بیاد

سلطان القلم حضرت علامہ سید مناظر احسن گیلانیؒ

اکابر کی روایتوں کا پاسدار، قدیم و جدید تحریروں کا حسین امتزاج

ماہنامہ

المنظر

مدیر

محمد سعید اللہ قاسمی مہراج گنجی

معاون مدیر

محمد فہیم قاسمی گورکھپوری

مرکز اشاعت

حکیم الاسلام لائبریری

بیلی پار، گورکھپور، یوپی، انڈیا

بیاد:۔سلطان القلم حضرت علامہ سید مناظر احسن گیلانیؒ

اکابر کی روایتوں کا پاسدار،قدیم وجدید تحریروں کا حسین امتزاج

ماہنامہ

جلد ۱/ شمارہ ۵/

زیرنگرانی

حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی مدظلہ
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

المناظر رابطہ نمبر 7905991793
ای میل:mahnamaalmanazir@gmail.com

مرکز اشاعت

حکیم الاسلام لائبریری بیلی پار،گورکھ پور،یوپی،پن نمبر۲۷۳۴۱۳

آئینۂ اوراق

عناوین	مقالات	مقالہ نگار	صفحہ
صدا بہ صحرا	سنت ابراہیمی کی تجدید کا مقصد؟	مدیر	۳
نقوش رحمت	اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	۴
مقالات	سفر عشق	مفتی محمد طالب قاسمی	۸
//	بقرعید کا پیغام	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	۹
//	گنبد خضرا، بقیع اور البلد الامین	مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ	۱۱
//	قربانی کیا ہے؟	مولانا خلیل الرحمٰن برنی قاسمی	۱۵
//	اسلامی حکمرانوں سے مسلمانوں کو بے جا شکایت	مولانا مناظر احسن گیلانیؒ	۱۸
//	میدان عرفات سے آخری پیغمبر کا خطاب	محمد فہیم قاسمی گورکھ پوری	۲۱
//	صحابہ کرام اور علمائے امت	محمد سعید اللہ قاسمی مہراجگنجی	۳۰
//	مولانا گیلانی کی بے نفسی	شیخ غلام محمد صاحب	۳۳
//	اسلام نے رحمت کے اسباق پڑھائے ہیں	مولانا محمد عبداللہ قاسمی اعظمی	۳۵
//	پیشین گوئیوں کی کہانی	محمد فہیم قاسمی گورکھ پوری	۳۷
//	محبتوں کے نادر نمونے	// // //	۳۸
تنقید و ادب	لندن میں ایک محفل مشاعرہ	مولانا عبداللہ عباس ندویؒ	۴۱
حاصل مطالعہ	جو چھپے دل میں وہی تنکے لئے	محمد فہیم قاسمی گورکھ پوری	۴۳
مراسلہ	ماہنامہ المناظر پر تاثر	مولانا محمد عابد اعظمی قاسمی	۴۵

اداریہ

سنت ابراہیمی کی تجدید کا مقصد؟

مدیر

ذی الحجہ کے مبارک مہینے کی آمد آمد ہے،عید الاضحیٰ کی پرمسرت بہاریں پورے عالم اسلام پر سایہ فگن ہونے والی ہیں، ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عدیم المثال جذبہ ایمانی،اوران کی سراپا طاعت و بندگی والی مقدس سیرت کے تابندہ نقوش ایک بار پھر اہل قلم اور خطباء ومقررین کا موضوع گفتگو بننے والے ہیں،اور بننا بھی چاہئے کہ ہماری یہ عید قرباں آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی یادگار ہے،حرارت ایمانی سے لبریز باپ بیٹے کے اس عظیم اور مبارک واقعے سے ایمانی قلوب کو تازگی ملتی ہے، اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ پروان چڑھتا ہے،اور اللہ کی رضا کے لئے اپنے جذبات وخواہشات کو قربان کرنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے،زندہ قومیں اسی لئے زندہ رہتی ہیں کہ وہ اپنے عظیم اسلاف کو یاد رکھتی ہیں،عظیم اور بلند مقاصد کی خاطر ان کی مبارک جدو جہد اور بےلوث قربانیوں کو فراموش کرنے کے بجائے ان کو سینے سے لگا کر رکھتی ہیں،اوران کے دکھائے مقدس راستے پر چلتے ہوئے پوری دیانت داری کے ساتھ اس وقیع امانت کو اپنی اگلی نسلوں تک منتقل کر دیتی ہیں۔

موجودہ افسوسناک حالات میں (جب کہ پورا عالم اسلام ذلت ونکبت اور زوال کے ناگفتہ حالات سے دوچار ہے، لگاتار اس کا وقار پامال ہورہا ہے، دفاعی سطح پر بھی بدترین شکست کا سامنا ہے، نام نہاد قائدین اپنی عیاشیوں میں مبتلا ہیں، یا خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں، ہمارا مقتدر طبقہ عموماً بےحسی کا شکار ہے،اور امت کے اجتماعی مفاد اور ملی سربلندی کے لئے انقلابی اقدامات اور عملی جدوجہد کا تصور تک ذہنوں سے محو ہو چکا ہے، چنانچہ امت پر ہونے والے پے درپے مظالم کے دلخراش اور حوصلہ شکن واقعات سن سن کر پیروان اسلام پر یاس وناامیدی کی ایک عمومی کیفیت طاری ہے) عید قربان کی آنے والی پرمسرت بہاروں سے انشاء اللہ عارضی طور پر ہی سہی شادمانی کی ایک پرکیف لہر دوڑ یگی، یاس وناامیدی اور پژمردگی کا خاتمہ ہوگا، ایمان ویقین کا ایک تازہ باب کھلے گا،اور ملت کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے جدوجہد کے نئے راستے پیدا ہوں گے، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام (جن کی یادگار ہم حسب سابق منانے جارہے ہیں) کی زندگی کے مختلف مراحل پوری امت کے لئے مشعل راہ ہیں، کہ کس طرح آپ نے تن تنہا کفر وشرک کے حوصلہ شکن ماحول میں پوری استقامت اور حوصلہ مندی کے ساتھ توحید کی شمع کو فروزاں کئے رکھا، اور مادی طاقت وقوت اور اسباب و وسائل سے لیس پرستاران کفر کی تمام تر جدوجہد اور کوششیں مل کر بھی اس کو گل کرنے سے قاصر رہیں۔ بقیہ ص ر ے پر

نقوش رحمت　　　　آخری قسط

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

حسن خلق

خالق الناس بخلق حسن (الحدیث) لوگوں کے ساتھ حسن خلق کا معاملہ کرو۔

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتق اللہ حیثما کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا وخالق الناس بخلق حسن (ترمذی)

حضرت ابوذر غفاری ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاں بھی ہو خدا سے ڈرتے رہو، اور برائی کا بدلہ ہمیشہ بھلائی سے دیا کر، اور لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آیا کر۔

معمول تھا کہ جب کسی سے ملاقات ہوتی ہمیشہ پہلے خود سلام کرتے، اور مصافحہ کو ہاتھ بڑھاتے، اور اس وقت تک ہاتھ نہ ہٹاتے جب تک وہ خود نہ ہٹالے۔ ترمذی

ایک مرتبہ سعد بن عبادہ سے ملنے تشریف لے گئے، واپس ہوئے تو انہوں نے اپنے لڑکے کو ہمرکاب کر دیا، جب آپ روانہ ہوئے تو قیس سے فرمایا تم بھی پیچھے سوار ہو جاو، انہوں نے پاس ادب سے عذر کیا، آپ نے فرمایا کہ یا ساتھ سوار ہو کر چلو یا واپس جاؤ۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں سوار ہوں اور تم پیادہ چلو۔ قیس نے واپس ہونا پسند کیا۔ ابوداؤد کتاب الادب

ہمیشہ شگفتہ پیشانی سے بات چیت فرماتے۔ دل شکنی کبھی نہ فرماتے، متانت ووقار کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ شمائل ترمذی

جب کسی کو کسی عیب پر تنبیہ فرماتے، محفل میں کبھی اس کو مخاطب نہ فرماتے کہ وہ محجوب نہ ہو، بلکہ عام بات کہہ کر نصیحت فرماتے، اور صاحب معاملہ خود سمجھ کر اس سے تائب ہو جاتا۔ التاج الجامع للاصول، کتاب البر والاخلاق

عدل

ان اللہ یامرکم بالعدل و الاحسان (بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم کو انصاف اور حسن سلوک کا حکم فرماتا ہے)

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سبعۃ یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ

الامام العادل (الحدیث) بخاری ومسلم

حضرت ابو ہریرہ ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سات اشخاص ہیں جن کو اللہ تعالی اس دن اپنے سایہ میں لیگا، جس روز اس کے سایہ رحمت کے سوا کہیں سایہ نصیب نہ ہوگا، ان میں سے ایک شخص منصف حاکم ہے۔

ایک مرتبہ آپ مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے ایک شخص آکر منہ کے بل آپ پر گر گیا۔ دست مبارک میں ایک لکڑی تھی اس سے آپ نے اس کو ٹھوکا دیا، لکڑی کا سرا اتفاقاً اس کے منھ میں لگ گیا، اور اس سے خراش آگئی۔ آپ نے باصرار فرمایا کہ تم مجھ سے انتقام لے لو، مگر اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے معاف کردیا۔ ابوداؤد باب القود

جب وصال کا وقت آیا تو آپ نے اعلان فرمایا کہ جس کسی شخص کا میرے ذمہ کوئی حق ہو، مال، جان، یا آبرو کسی قسم کا بھی ہو، وہ اس دنیا میں ہی اپنا بدلہ مجھ سے لے لیوے۔ میرا مال، جان، اور آبرو اس کے لئے حاضر ہے۔ تمام مجلس میں سناٹا چھا گیا، صرف ایک شخص نے چند درا ہم کا مطالبہ کیا جو فوراً ہی ادا کردیئے گئے۔ روض الانف جلد ۲، سیرت ابن ہشام

ایک مرتبہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کرلی، قریش نے چاہا کہ خاندان کی معزز عورت کا اگر ہاتھ کاٹا گیا تو سخت توہین کا باعث ہے۔ اس لئے کہ خاندان بھی معزز، عورت بھی معزز۔ حضرت اسامہ سفارش کے لئے منتخب ہوئے، آپ سے جب انہوں نے سفارش کی تو چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا، اور فرمایا کہ اسامہ! اللہ تعالی کی حدود میں اور سفارش۔ اور پھر خطبہ دیا، فرمایا کہ پہلی قومیں اس لئے ہلاک ہوئیں کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص جرم کرتا تو اس کو عام سزا نہ دی جاتی، اور جب کوئی غریب وہی جرم کرتا تو اس کو عام سزا دی جاتی۔

جود وسخا

السخی قریب من الله (الحدیث) سخی اللہ سے قریب ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: السخی قريب من الله، قريب من الجنة، قريب من الناس، بعيد من النار، والبخيل بعيد من الله، بعيد من الجنة، بعيد من الناس، قريب من النار، ولجاهل سخی احب الی الله عز وجل من عابد بخيل. ترمذی

حضرت ابو ہریرہ ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سخی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب، اور لوگوں سے قریب ہے، اور جہنم سے دور ہے، اور کنجوس اللہ سے دور، جنت سے دور، اور لوگوں سے دور ہے، اور جہنم سے قریب ہے۔ اور بلاشبہ غیر تعلیم یافتہ سخی عبادت گذار بخیل سے خدائے تعالی کے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔

عن انس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احسن الناس واجود الناس و اشجع الناس. بخاری ومسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ صاحب حسن، اخلاق، سخی، اور

بہادر تھے۔

عن جابر قال ما سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن شيء قط فقال لا . (بخاری ومسلم)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جود وسخا کا یہ حال تھا کہ جب کسی شخص نے آپ سے سوال کیا،کبھی آپ نے،،نہیں،،نہیں فرمایا۔

کھانے پینے کی چیزوں میں معمولی سے معمولی چیز بھی تنہا نہ کھاتے، بلکہ اصحاب کوضرورشریک فرماتے۔مسلم جلد۲

ایک مرتبہ عصر کی نماز میں مشغول تھے،فوراًبعد ہی مکان میں تشریف لے گئے،اورتھوڑی دیر میں واپس آئے،صحابہ نے تعجب سے سوال کیا۔آپ نے فرمایا:تحریمہ کرتے ہوئے مجھے یادآیا کہ گھر میں سونے کی ڈلی پڑی رہ گئی ہے،خیال ہوا کہ ایسا نہ ہوکہ ایک رات ایسی گذر جائے کہ گھر میں موجود ہو۔فوراًجا کراس کوخیرات کیا تب باہرآیا۔بخاری باب الصلوۃ

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھیں۔آپ نے دیکھ کرفرمایا کاش ایسا کرتیں کہ ورس گھاس کے کنگن بنا کراوران کوزعفران سے رنگ کران کے بجائے پہن لیتیں۔مجمع الزوائدجلد 9

ایثارمعیشت نبوی

يوثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصه(وہ اپنی حاجت مندیوں کے باوجوداپنےنفسوں پرایثارکرتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ زہرارضی اللہ عنہا نے شکایت کی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں ٹھیٹھ پڑ گئی ہیں۔فلاں غزوہ میں کنیزیں آئی ہیں، اگرایک کنیزمل جائےتو آسانی ہو،آپ نے سب سے پیاری لخت جگر سےفرمایا کہ میں تم کوایسی چیز بتائے دیتاہوں جودنیاوآخرت دونوں میں تمہارے لئے بہترثابت ہو،پھرآپ نےسبحان اللہ،الحمدللہ،اللہ اکبرکی تسبیح بتاکرفرمایا کہ بعد نمازپڑھ لیاکرو۔ترمذی

اسی طرح ایک اورروایت میں ہے کہ حضرت زبیر کی صاحبزادیاں اورحضرت فاطمہ نےمل کرگذارش کی تھی کہ ہم کوکنیز مل جائے۔آپ نےفرمایابدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں،وہ مقدم ہیں۔ابوداود

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ مدینہ تشریف لانے کے بعدبھی کبھی آل محمدصلی اللہ علیہ وسلم کوتین دن مسلسل گیہوں کی روٹی پیٹ بھرکرنہیں ملی تاآنکہ آپ کی وفات ہوگئی۔بخاری

ایک اورروایت میں ہے کہ جوکی روٹی دودن مسلسل پیٹ بھرنہیں ملی۔مسلم

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بھوک کی شکایت کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیٹ کھول کردکھایا کہ ہرایک کےایک ایک پتھر بندھا ہوا ہے۔تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شکم مبارک کھول کردکھایا تو آپ کے دوپتھر بندھے ہوئے تھے۔ترمذی

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم پرمہینہ مہینہ گذرجاتا تھا مگرہمارے گھر میں آگ روشن نہ ہوتی تھی،صرف چھوارے اور

پانی پر بسر اوقات ہوتی تھی۔سوائے ایسے وقت کے کہ کہیں سے گوشت بطور ہدیہ وتحفہ کے آگیا ہو۔ترمذی

حضرت انس فرماتے ہیں کہ آپ نے مدت العمر کبھی چپاتی اور باقاعدہ بنا گوشت نہیں کھایا۔ترمذی

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ آپ اکثر بوریے پر آرام فرماتے تھے،جس کے نشانات جسد اطہر پر صاف نظر آتے تھے،ہم نے ایک روز عرض کیا یارسول اللہ آپ کے لئے ایک نرم بچھونا کیوں نہ تیار کردیں،فرمایا مجھے دنیا کی ان رفاہیتوں سے کیا کام۔میں تو دنیا میں اس مسافر کی طرح ہوں جو چلتے چلتے کسی درخت کے سایہ میں آرام کرنے لیٹ جائے،اور پھر اٹھ کر اپنی راہ لے،اور سایہ کی راحت کو وہیں چھوڑ جائے۔

حضرت نعمان بن بشیر اپنے دوستوں سے کہا کرتے تھے،کیا تم حسب مرضی کھانے پینے کی چیزیں مہیا نہیں پاتے، درانحالیکہ میں نے تمہارے نبی، پیغمبر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کے پاس کبھی پیٹ بھر خشک اور ردی کھجوریں بھی نہ ہوتی تھیں۔مسلم

اور یہ سب کچھ ان حالات میں تھا کہ مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد قیصر وکسری کے خزانے، بحرین ویمن کی دولت آپ کے سامنے ہر وقت پڑی رہتی، غلام وکنیزوں کی بہتات ہوتی،اور سونا، چاندی پانی کی طرح قدموں میں بہتا پھرتا،مگر آپ نے اپنے،اپنی چہیتی اولاد کے،اپنے اہل وخاندان کے لئے کبھی اس سے فائدہ نہیں اٹھایا،اور ہمیشہ دوسروں ہی کو ترجیح دی۔

''خلق عظیم''میں سے یہ چند اخلاقی نمونے ہیں جو زیب قرطاس ہیں۔رسالہ اس کا متحمل نہیں ہے کہ تمام اخلاق یا کسی خلق حسن کی تمام جزئیات کا احاطہ کرسکے۔آپ ذات اقدس کے حسن معاملہ،ایثار،مہماں نوازی،سادگی،مساوات،صدقہ سے پرہیز،امارت پسندی سے پرہیز،حیا،عزم واستقلال،زہد وقناعت،شفقت ورحمت وغیرہ اخلاق حسنہ کے بلند اور رفیع نمونے ہزاروں کی تعداد میں کتب سیر اور احادیث صحیحہ میں پائیں گے۔

☆---☆---☆

صفحہ ۳ کا بقیہ آپ نے اخلاص وللہیت اور طاعت وبندگی کے جو پاکیزہ نقوش ہمارے لئے چھوڑے ہیں،ہم پوری دیانت سے اس پر چل کر اپنے پرآشوب حالات بدل سکتے ہیں،

عیدالاضحیٰ کے موقعے پر سنت ابراہیمی کی تجدید کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہمارے اندر طاعت وبندگی اور خلوص وللّٰہیت کا وہ عظیم جذبہ پیدا ہوجائے جس سے ہم تن تنہا خلیل وقت بن کر کفر وشرک سے ٹکرا سکیں،اور الحاد ولادینیت اور عناد ومخالفت کے بدترین ماحول میں بھی علی الاعلان توحید کا ڈنکا بجا سکیں،اور اپنے نفسانی رذائل اور حقیر ذاتی خواہشات وسطحی اختلافات کو پس پشت ڈال کر اعلاء کلمۃ اللہ اور ملت کی اجتماعی سربلندی اور نشاۃ ثانیہ کے لئے اپنا تن من دھن قربان کرکے دارین کی سعادت اور عنداللہ سرخروئی حاصل کرسکیں۔اللہ تعالی ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے،اور عیدالاضحیٰ کی بہاروں کو ہمارے لئے دائمی بنائے۔آمین

سفر عشق

مفتی محمد طالب صاحب گورکھ پوری

یہ چشم فلک نے ہزار ہا خوبصورت تعمیرات دیکھیں، بہت سی عمارتوں کو عجائبات عالم کی فہرست میں جگہ ملی، صفحہ ارض پہ وہ اہرام بھی ہیں جو فن تعمیر کی نادر مثال ہیں، وہ خوبصورت محلات بھی موجود ہیں جن کے معماروں کے ہاتھ قلم کر دیے گئے لیکن ہزار ہا سال قبل ہزار ہا میل دور ایک شخص نے بے آب و گیاہ ریگستان میں بیوی اور بچے کو لا بسایا اور اور اپنے نوعمر بیٹے کے ساتھ ایک عمارت بنائی، نہ تو وہ عمارت ہی فن تعمیر کی شہکار نہ ہی وہ شخص پیشہ ورانہ معمار لیکن جو جاذبیت، مقبولیت اور کشش اس نے پائی اس کا عشر عشیر بھی کسی اور کے حصے میں نہ آیا، کتنے ہی منادی آئے، گوشہائے چرخ نیلی فام نے لاتعداد صدائیں سنیں لیکن ان کی پکار صدا بصحرا ہی ثابت ہوئی مگر اس مرد پیر کی ایک ندا میں نہ جانے کیا تھا کہ عالم ارواح تک سے لبیک کی صدائیں بلند ہو گئیں اور آج سینکڑوں صدیاں گزرنے کے بعد بھی اس وارفتگی اور وفور شوق سے جاری ہے کہ خود جواب دینے والے اپنی لبیک شمار کرنے سے عاجز ہیں، اس ندائے ابراہیمی کے جواب میں لبیک کہتے ہوئے نورانی لباسوں میں لپٹے ہوئے یہ نفوس لبیک اللھم لبیک کی صدا لگاتے ہوئے اس گھر کا رخ کر رہے ہیں۔

یہ محض ایک سفر نہیں بلکہ ایک اشتیاق ہے لیکن اس سفر کے لئے آزادی نہیں بلکہ امر خداوندی کے مطابق کچھ اصول ہیں جن کی پاسداری لازم ہے کہ ایک مخصوص مسافت سے اپنے حال تبدیل کر لو، لباس کی رنگارنگی کو چھوڑ کر یک رنگ ہو جاؤ، وہ منعم ومحسن جو زیب وزینت اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے یہاں اپنے بندوں کی پراگندگی کو محبوب رکھتا ہے، نہ بال کاٹے جا سکتے ہیں نہ ناخون، نہ خوشبو سے معطر ہوا جا سکتا ہے نہ مہندی لگائی جا سکتی ہے، مزید امر یہ کہ بعض محللات کو حرام کر لو پھر میرے دربار میں آؤ اور اس طرح آؤ کہ میرے گھر کے ارد گرد رہنے والے صیود وطیور اور خس وخاشاک بھی تمہاری دست اندازی سے محفوظ رہیں جب تک دوبارہ حکم نہ ہو، وفور عشق ومستی میں ڈوبا ہوا یہ قافلہ جب اس بیت عتیق کے سامنے پہنچتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آتش عشق پہ برفباری ہو گئی ہو، وہ سکون وانبساط قید قلم سے باہر ہے، انسانوں کے اس سیل بے کراں میں کیا خاص اور کیا عام، کیا شاہ اور کیا گدا، سب کا ملبوس یکساں اور سب کے احکام میں یکتائی، اس گھر پہ نظر پڑتے ہی دیوانہ وار مثل پروانہ طواف کوچہ جاناں میں مصروف ہو جاتے ہیں، پھر کبھی تو طفل تشنہ لب کے طفیل نکلا زمزم ان کی تشنگی شوق کو سیرابی بخشتا ہے تو کبھی صفا ومروہ پہ ان کی دوڑ ایک بے تاب ماں کی بے چینی کو عیاں کرتی ہے، جہاں عرفات کا قیام اور آہ وزاری محشر کی یاد دلاتا ہے کہ ان پرسوز دلوں اور اشکبار آنکھوں پہ ایک نظر رحمت صحرائے عصیاں کو بحر حسنات سا بدل عطا کرتی ہے۔ بقیہ ص ۳۶/ پر

بقرعید کا پیغام

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادیؒ

عیدالفطر سال گرہ تھی نزول قرآن کی، عید قرباں سال گرہ ہے بنیاد کعبہ کی، ابراہیم موحد تھے، موحدوں کے سردار توحید کے جرم میں آگ میں جھونکے گئے تھے، ملک سے نکالے گئے تھے، حق تھا کہ ان کی قائم کی گئی یادگار کے سلسلے میں توحید ہی کا رنگ سب رنگ پر غالب ہو، اور سب سے نمایاں۔ آج آفتاب بلند ہوا کہ لگے لوگ عیدگاہ اور مسجدوں کی طرف چلنے، اور لگے ہر طرف سے رب کی بڑائی کے نعرے بلند ہونے۔ سینوں کے اندر توحید کے ولولے، زبان پر تکبیر کے زمزمے، کیا خوب باطن، کیا خوب قال، کیا خوب حال۔ عید کے دن یاد ہوگا کہ تکبیریں صرف نماز عید کے ساتھ نہیں، اور آمد و رفت کے راستے میں، بقرعید کے موقع پر، ایک نماز ایک وقت بلکہ ایک دن بھی اس جوش کے اظہار کے لئے کافی نہیں، اب کی تکبیر شروع ہوگئی نو تاریخ کی فجر ہی سے، اور جاری رہے گی ہر نماز کے ساتھ ابھی تین دن اور، یعنی تیرہ کی عصر تک، مرکز میں آج مسلمان اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے پکارے گا: **لبیک اللھم لبیک، لاشریک لک لبیک**، حاضر ہے اے میرے مالک و مولا یہ غلام حاضر ہے، یہ شہادت دیتا ہوا حاضر ہے، یہ آداب حاضری دینے والوں کے ہوئے، مرکز سے دور باہر والے نو سے تیرہ کے سہ پہر تک ساڑھے چار دن ہر نماز کے بعد پکاریں گے: **اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد**۔ بڑائی تو آپ میں ہے صرف آپ میں ہے، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، بڑائی آپ میں ہے ہمارے ہر شکر کی، مخاطب آپ ہی کی ذات، ہماری ہر مدح وثنا کے سزاوار آپ ہی کے کمالات۔

مسلمان قربانی کے لئے تیاری دنوں، ہفتوں، مہینوں سے پیشتر کرے گا۔ پاک وصاف جانور اچھا تندرست بیعیب دیکھ کر خریدے گا، پالے گا، کھلائے گا، پلائے گا، اپنے سے خوب ہلائے گا، اور جب اس سے تعلق انس ومحبت کا رحمت وشفقت کا قائم ہو جائے گا، تو اپنی اور اس کے دونوں کے مالک کے حکم سے اس تعلق پر اپنے ہاتھ سے چھری چلا دے گا۔ پالے ہوئے جانور کو پیار کی نگاہوں سے دیکھیگا، آخر وقت تک کھلایا پلایا جائے گا، لیکن جب حکم کی تعمیل میں زمین پر لٹائے گا، تو منہ قبلہ رخ، منہ اس طرف کر کے جدھر وہ خود دن رات میں خدا معلوم کتنی بار جھکتا ہے، گرتا ہے، اور زبان سے کہتا جائے گا: انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین، میں یہ کسی دیوی دیوتا کی بھینٹ نہیں چڑھا رہا ہوں، میرا رشتہ تو صرف اسی سے جڑا ہوا ہے، میں تو پجاری صرف اس کا ہوں جس نے پیدا کر رکھا ہے آسمان اور زمین کو، میرا دستور زندگی تو تمام تر اس کے قانون کی پیروی ہے، **ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین**، میری دعائیں اور میری عبادتیں،

میری زندگی اور موت نہ اپنے نفس کے لئے ہے، اور نہ قوم اور اس ملک کے چھوٹے موٹے دیوی دیوتاؤں کے لئے ہے، اسی کے حکم اور قانون کے تابع ہے جو پروردگار ہے ہر ملک کا، ہر قوم کا، ساری مخلوقات کا، جمیع موجودات کا، کل کائنات کا۔

ڈاکٹر جب مریض کو آپریشن کے میز پر لٹاتا ہے تو پہلے آپریشن والے عضو کو دوا لگا کر سن کر دیتا ہے، یا مریض کو کلوفارم سنگھا کر بیہوش۔ مسلمان بھی جب جانور کو ذبح کے لئے قبلہ رخ لٹا کر گلے پر چھری چلاتا ہے، تو روح کو ایک مختصر دو لفظی نغمہ سنا کر مست و مدہوش کر دیتا ہے: بسم اللہ اللہ اکبر؛ اے خاک کی مورت میں تجھے مردہ اپنی طرف سے نہیں کر رہا ہوں، میں تو خود تیری ہی طرح مخلوق، تیری ہی طرح بیبس، تیری ہی طرح خاکی، تیری ہی طرح فانی، میں چھری چلا رہا ہوں اپنے اور تیرے پیدا کرنے والے کا نام لے کر، اپنے اور تیرے مالک کے قانون کے ماتحت، زندگی بخشنے والا بھی وہی، اسے واپس لینے والا بھی وہی، وہی جان ایک روز ڈالی بھی اس نے، اور آج نکالی بھی اسی نے۔ بڑائی کا حقدار حکم چلانے والا صرف وہی۔

سنتے ہیں کہ فوج کے سپاہی جنگ کے میدان میں فوجی بینڈ اور وطنی ترانہ کی آواز سن کر ایسے مست ہو جاتے ہیں کہ جان کی پرواہ نہیں رہ جاتی، اور بندوق کی گولیوں، توپ کے گولوں، سنگینوں کے وار کے لئے بے تکلف اپنے سر اور سینہ کو پیش کر دیتے ہیں۔ اللہ کے نام کی کشش کیا روح کے لئے اتنی بھی نہیں؟ جاننے والے تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ روح اس اسم پاک سے ایسی مست اور بیخود ہو جاتی ہے کہ خود حالت طرب میں ہنسی خوشی باہر آ جاتی ہے۔ گو جسم دیکھنے والوں کی نظر میں تڑپتا لوٹتا رہ جائے۔ آخر کلوفارم کا آپریشن میں بھی تو یہی ہوتا ہے کہ رگوں پر رگیں جسم کی کٹتی رہتی ہیں، خون پر خون بہتا رہتا ہے، لیکن مریض کا احساس اذیت و کرب مردہ ہو جاتا ہے۔ اللہ ٹھنڈی رکھے حضرت اکبر کی تربت کو کیا خوب فرما گئے ہیں:

احساس ہی ایذاء کا نہ ہوا فریاد و فغاں میں کیا کرتا
آنکھ اپنی لڑی تھی قاتل سے جس وقت نہ خنجر تھا نہ گلا

کہتے ہیں کہ ایک بار انہیں کعبہ کی تعمیر کرنے والے آگ میں کود پڑنے والے، حج کی پکار کرنے والے ابراہیم نے بھی پیش کی تھی، یہ قربانی بکرے کی نہ تھی، مینڈھے کی نہ تھی، اونٹ کی بھی نہ تھی، چہیتے اور لاڈلے نور نظر اسمعیل علیہ السلام خواب میں حکم محبوب ترین کی قربانی کا ملا، پیغمبر کے خواب بھی الہامی ہوتے ہیں، صبح اٹھ مشورہ اسمعیل سے کیا، اس سے کہا جو آنکھوں کا تارہ بڑھاپے کا سہارہ تھا، مشورہ خود اس کے ذبح کے باب میں اس سے کیا۔ دنیا کی تاریخ میں کب کسی عزیز نے عزیز سے اس کے قتل و ذبح کے باب میں مشورہ کیا ہے؟ کب کسی شفیق اور عاشق زار باپ نے اپنے لخت جگر کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے؟ ہر صاحب اولاد ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچے، بیٹا بھی کس باپ کا تھا؟ فوراً آمادہ ہو گیا، اور عرض کیا ابا جان اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے گا، ایسا نہ ہو عین وقت پر میرا چہرہ دیکھ کر آپ کی ہمت جواب دے جائے۔ باپ نے آنکھوں پر پٹی باندھ لی، خدا معلوم دل پر کون سے پتھر کی سل رکھ کر حلق پر چھری چلائی۔ معاً قدرت حق سے نور نظر کی جگہ جنت کے ایک مینڈھے نے لے لی، اور چھری گو پھیرنے والے نے پھیری اسماعیل کے گلے پر، لیکن چلی وہ اس غیبی مینڈھے کی حلقوم پر، بقیہ ص ۳۴/ پر

گنبد خضرا، بقیع اور البلد الامین

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

نظر اٹھا کر دیکھئے یہ دونوں طرف پہاڑ کی قطاریں ہیں۔ کیا عجب ہے کہ ناقہ نبوی اسی راستہ سے گذری ہو، یہ فضا کی دلکشی یہ ہوا کی دلآویزی اسی وجہ سے ہے۔

الا ان وادی الجزع اضحی ترابہ　　من المسک کافورا و اعوادہ رندا

وما ذلک الا ان ھندا عشیہ　　تمشت و جرت فی جوانبہ بردا

لیجئے مسجد آ گئی۔ اب بیر علی (ذوالحلیفہ) کی باری ہے۔

منزل دوست چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

درود شریف زبان پر جاری ہے۔ دل وفور شوق سے امنڈ رہا ہے۔ عرب ڈرائیور حیران ہے کہ یہ عجمی کیا پڑھتا ہے؟ اور کیوں روتا ہے؟ کبھی عربی میں گنگناتا ہے، کبھی دوسری زبانوں میں شعر پڑھتا ہے۔ بھینی بھینی ہوا ہے اور ہلکی ہلکی چاندنی، جس قدر طیبہ قریب ہوتا جا رہا ہے، ہوا کی خنکی، پانی کی شیرینی اور ٹھنڈک لیکن دل کی گرمی بڑھتی جا رہی ہے۔ سنئے کوئی کہہ رہا ہے _

باد صبا جو آج بہت مشکبار ہے　　شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلف یار ہے

وہ ایک بار ادھر سے گئے مگر اب تک　　ہوائے رحمت پروردگار آتی ہے

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں　　کہ بر فتراک صاحب دولتے بستم سر خود را

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے　　غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادئ سینا

خاک یثرب از دو عالم خوشتر ست　　اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر ست

داغ غلامیت کرد رتبہ خسرو بلند　　میر ولایت شود بندہ کہ سلطان خرید

محمد عربی کابروئے ہر دوسرا ست　　کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سرو

لیجئے ذوالحلیفہ آ گیا۔ رات کا بقیہ حصہ یہاں گذارنا ہے۔ غسل کی خوشبو لگایئے، کچھ دیر دم لے لیجئے اور کمر سیدھی کر لیجئے۔ صبح ہوئی، نماز پڑھی، موٹر روانہ ہوئی، کیا جہاں سر کے بل آنا چاہیئے تھا وہاں موٹر پر سوار ہو کر جائیں گے؟ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھنا کام آیا۔ ''وادی عقیق'' میں ''بیر عروہ'' کے پاس اتار دے گا۔ سامان، مستورات اور ضعفاء سوار رہیں گے، بات کرتے

کرتے بیر عروہ آ گیا۔بسم اللہ اترئیے،وہ دیکھئے جبل احد نظر آرہا ہے ''ذلک جبل یحبنا و نحبه'' وہ سوار مدینہ کے درخت نظر آئے۔کیا وہ وہی درخت ہیں جن کے متعلق شہیدی مرحوم نے کہا تھا_

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

وہ گنبد خضرا نظر آیا، دل کو سنبھالئے اور قدم اٹھایئے، یہ لیجئے مدینہ میں داخل ہوئے، مسجد نبوی کی دیوار کے نیچے نیچے باب مجیدی سے گذرتے ہوئے باب جبریل پر جا کر رکے۔حاضری کے شکرانہ میں کچھ صدقہ کیا اور اندر داخل ہوئے، پہلے محراب نبوی میں جا کر دوگانہ ادا کیا، گنہگار آنکھوں کو جگر کے پانی سے غسل دیا، وضو کرایا، پھر بارگاہ نبوی پر حاضر ہوئے_

الصلوة والسلام علیک یا رسول الله
الصلوة والسلام علیک یا حبیب الله
آپ پر صلوۃ و سلام اے اللہ کے رسول
آپ پر صلوۃ و سلام اے اللہ کے حبیب

اس کے بعد دونوں رفیقوں اور وزیروں کو محبت کا خراج اور عقیدت کا نذرانہ سلام ودعا کی شکل میں ادا کیا، اور قیام گاہ پر آئے۔اب آپ ہیں اور مسجد نبوی، دل کا کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے، درود شریف پڑھنے کا اس سے بہتر زمانہ اور اس سے بہتر موقع کونسا ہوسکتا ہے؟ اب بھی شہود وحضور نہ ہو تو کب ہوگا؟ جنت کی کیاری'' روضه من ریاض الجنه''میں نماز پڑھئے، مگر دیکھئے کسی کو تکلیف نہ دیجئے، مزاحمت کرنا، جگہ کو اپنے لئے محفوظ کرنا، مسجد میں دوڑنا سب جگہ برا ہے۔مگر جس جگہ سے یہ احکام نکلے اور دنیا میں پھیلے، وہاں ان کی خلاف ورزی تو بہت ہی مکروہ ہے۔یہاں آواز بلند نہ ہو **ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون.**

یہاں دنیا کی باتیں نہ ہوں، مسجد کو گذرگاہ نہ بنایا جائے، بے وضو داخل ہونے سے حتی الامکان احتراز کیا جائے۔خرید وفروخت سے اجتناب کیا جائے۔دل میں جتنی مرتبہ چاہے، حاضری دیجئے اور سلام عرض کیجئے، آپ کے نصیب کھل گئے اب کیوں کمی کیجئے۔مگر ہر بار عظمت وادب اور اشتیاق ومحبت کے ساتھ۔دل کی ایک حالت نہیں رہتی، وہ بھی سوتا جاگتا ہے، جاگے تو سمجھئے کہ نصیب جاگے۔

زچشم آستیں بردار وگوہر را تماشہ کن

کبھی اس کا جی چاہے گا کہ غلاموں کے وفود کے ساتھ ملا جلا حاضر ہو، عشاق کی آنکھوں سے جنھوں نے مہجوری کے دن کاٹے اور فراق کی راتیں بسر کیں، جب آنسوؤں کا مینہ برسے گا، تو شاید کوئی چھینٹا اس کو بھی تر کر جائے، رحمت کی ہوا جب چلے گی تو شاید کوئی جھونکا اس کو بھی لگ جائے، کبھی دبے پاوں لوگوں کی نظر بچا کر تنہائی میں حاضر ہونے کا جی چاہے گا۔اس باب

میں دل کی فرمائشیں سب پوری کیجئے۔کوئی حسرت باقی نہ رہے۔کبھی صرف آنسوؤں سے زبان کا کام لیجئے،کبھی ذوق وشوق کی زبان میں عرض کیجئے، درود شریف طویل بھی ہیں اور مختصر بھی، جس میں جی لگے اور ذوق پیدا ہو اس کو اختیار کیجئے، مگر اتنا خیال رکھئے کہ توحید کی حدود سے قدم باہر نہ جائے۔آپ اس کے سامنے کھڑے ہیں جس کو "ماشاء اللہ و شئت" اور" من یعصھما" سننا گوارا نہ ہوسکا۔سجدہ کا کیا ذکر، خدا کی صفات میں اس کی قدرت وتصرف میں اس کی مشیت واختیار میں شرک کا شائبہ بھی نہ آنے پائے، چاہے جامی کا کلام پڑھئے چاہے حالی کی دعا سنایئے، بس اتنا خیال رکھئے آپ توحید کے سب سے بڑے اور آخری پیغمبر کے سامنے کھڑے ہیں جس کو شرک کا واہمہ بھی گوارہ نہ تھا۔

پھر ایک لمحہ رک کر بقیع پر عبرت وتفکر کی ایک نظر ڈالئے، اللہ اکبر، کتنے سچے تھے اللہ کے یہ بندے جو کچھ کہتے تھے کر دکھایا" رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ" مکہ میں جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا، مدینہ میں اسی کے قدموں میں پڑے ہیں۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

گنبد خضرا پر ایک نظر ڈالئے، پھر مدینہ کے اس شہر خموشاں کو دیکھئے، صدق واخلاص، استقامت ووفا کی اس سے زیادہ روشن مثال کیا ملے گی۔آیئے بقیع میں اسلام کی خدمت کا عہد کریں اور اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اسلام ہی کے راستہ پر زندہ رکھے اور اسی کے ساتھ وفاداری میں موت آئے، جنت البقیع کا یہی پیغام اور یہاں کا یہی سبق ہے۔

لیجئے اب ہم اللہ کے شہر بلد اللہ الحرام، البلد الامین میں داخل ہوگئے، جس کا نام تسبیح کی طرح بچپن سے ہر مسلمان کی زبان پر جاری رہتا ہے، جس کا اشتیاق جنت کی طرح ہر مومن کے دل میں رہتا ہے، جو ہر مسلمان کا ایمانی اور دینی وطن ہے، جس کی کشش ہر زمانے میں ہزاروں میل کی مسافت، پہاڑوں کی چوٹیوں اور وادیوں کی گہرائیوں سے مشتاقان زیارت کو کھینچتی رہی۔

لیجئے مسجد حرام پہنچ گئے، باب السلام سے داخل ہوگئے، یہ سیاہ غلاف میں ملبوس مسجد حرام کے بیچوں بیچ بیت اللہ نظر آرہا ہے۔

اللھم زد ھذا البیت تشریفاً و تعظیماً و تکریماً و مھابۃً، وزد من شرّفہ و کرّمہ ممن حجّہ او اعتمرہ تشریفاً و تکریماً و تعظیماً و برّا، اللھم انت السلام و منک السلام فحیّنا ربنا بالسلام.

اے اللہ اس گھر کی عزت وعظمت، شرافت وہیبت میں ترقی فرما، اور حج وعمرہ کرنے والوں میں بھی جو اس کی تعظیم وتکریم کرے، اس کو بھی شرافت وعظمت اور نیکی عطا فرما۔اے اللہ تیرا ہی نام سلام ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے، ہم پر سلامتی بھیج۔

یہی بیت اللہ ہے جس کی طرف ہزاروں میل کے فاصلہ سے ساری عمر نمازیں پڑھتے رہے، جس کی طرف نماز میں منھ کرنا فرض تھا، آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، ہمارے اور اس کے درمیان چند گز سے زیادہ کا فاصلہ نہیں، ہم اپنے گنہگار ہاتھوں سے اس کے غلاف کو چھو سکتے ہیں، اس کو آنکھوں سے لگا سکتے ہیں، اس کی دیواروں سے چمٹ سکتے ہیں۔عمر میں بڑی

بڑی حسین وجمیل عمارتیں اور فن تعمیر کے بڑے بڑے نمونے دیکھے، لیکن اس سادہ سے چوکور گھر میں خدا جانے کیا حسن و جمال اور کیا دلکشی و محبوبیت ہے کہ آنکھوں میں کھپا جاتا ہے اور دل میں سمایا جاتا ہے، کسی طرح نظر ہی نہیں بھرتی۔ تجلیات الٰہی اور انوار کا ادراک تو اہل نظر کر سکتے ہیں، لیکن جلال و جمال کا ایک پیکر ہم جیسے بے حسوں اور کم نظروں کو بھی نظر آتا ہے اور یہ صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس کے دیکھنے سے آنکھوں کو سیری اور دل کو آسودگی نہیں ہوتی، جی چاہتا ہے کہ دیکھتے ہی رہیں۔ اس کی مرکزیت و موزونیت اس کی زیبائی و رعنائی جلال و جمال کی آمیزش الفاظ سے بالاتر ہے۔

محاسنہ هیولی کل حسن

و مغناطیس افئدة الرجال

اس کا دیکھتے رہنا دل کا سرور، آنکھوں کا نور، روح کی غذا، اور نظر کی عبادت ہے، دل کی کلفت اس سے کافور، دماغ کی تھکن اس سے دور ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالی نے عجیب نعمت عطا فرمائی ہے، سارے عالم کی دلکشی اور دلآویزی اس میں سمٹ کر آگئی ہے۔

☆--☆--☆

شبنم! تجھے اجازتِ اظہارِ غم تو ہے — تو خوش نصیب ہے کہ تری آنکھ نم تو ہے
صحرا میں کیوں نہ اڑتے بگولے کا ساتھ دوں — دشتِ وفا میں کوئی مرا ہمقدم تو ہے
تمہیدِ بے حسی ہے کہ تکمیلِ بیکسی — کل تک جو دل میں درد تھا وہ آج کم تو ہے
منزل نہ مل سکی، نہ ملے، کوئی غم نہیں — ہر راہِ شوق میں مرا نقشِ قدم تو ہے
میں دل فگار، آبلہ پا، خستہ تن سہی — لیکن مرا مذاقِ طلب تازہ دم تو ہے
یہ بھی اسی کی طرح کہیں بیوفا نہ ہو — موجِ نفس میں حسن کا اندازِ رم تو ہے
جور و جفائے دوست بھلانے کے باوجود — کیا کیجیے کہ یاد وہ قول و قسم تو ہے
کیا جانے اور کتنے نشیب و فراز ہوں — اہلِ وفا کی منزلِ اوّل عدم تو ہے
ڈر ہے نگاہِ لطف یہ پردہ اٹھا نہ دے — قائم ہمارے ضبط کا اب تک بھرم تو ہے
کم تو نہیں ہے عشق کا پندارِ عاشقی — باہوش اس گلی سے گزر جائیں ہم تو ہے
راہِ وفا پہ اہلِ وفا کیوں نہ مر مٹیں — اس میں بھی زلفِ یار کا کچھ پیچ و خم تو ہے
اے دل ترا مذاقِ طلب خام ہے ابھی — تجھ کو بھی امتیازِ جفا و کرم تو ہے
کیفی کو خود بھی دعویٰ فضل و ہنر نہیں — البتّہ یہ ضرور ہے وہ مغتنم تو ہے

زکی کیفیؒ

قربانی کیا ہے؟

مفتی خلیل الرحمٰن قاسمی برنی
خطیب وامام مسجد الفاروق ولیمس ٹاؤن بنگلور

حضرات صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: **ماھی الاضاحی یارسول اللہ** ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ملة ابیکم ابراھیم** ۔ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم کی سنت ہے۔ صحابہ نے پھر پوچھا؛ ہمیں اس میں کیا ملے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! **بکل شعرة حسنة** ۔ ہر بال کے بدلے ایک نیکی، صحابہ نے پوچھا؛ اون والے جانوروں کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا! اون میں بھی یہی حکم ہے ۔**بکل شعرة من الصوف حسنة**۔ اون والے جانوروں کے ہر بال کے بدلے میں بھی ایک نیکی ہے۔

قربانی کے دنوں میں وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی، آپ ﷺ کے اس جملے سے سمجھی جاسکتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا! **من وجد سعة ولم یضح فلایقرب مصلنا** ۔ جو شخص وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔

یہاں وسعت کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص صاحب نصاب ہو، لیکن سال گزرنا شرط نہیں ہے۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جس شخص کے اوپر صدقۂ فطر واجب ہے اس پر قربانی کے دنوں میں قربانی واجب ہے۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوجانی چاہیے کہ جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد کوئی مکان یا دوکان ہو خواہ وہ کرائے پر ہو اور اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو یا زائد ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔ اسی طرح اگر اس کے پاس دو گاڑیاں ہیں ایک عام استعمال کی اور دوسری زائد تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

قربانی چونکہ ایک عظیم عبادت ہے اسلئے اس میں نیت کی درستگی بہت ضروری ہے۔ صرف گوشت کھانے یا دکھاوے کی نیت ہرگز نہ ہو۔ جانور خریدنے سے پہلے حلال رقم کا بندوبست کرلیں اور حصے داری کا ارادہ ہو تو ایسے حصے دار چن لیں جن کی آمدنی بالکل حلال ہے۔ اسی طرح ذی الحجہ کا چاند نظر آنے سے پہلے حجامت بنوالیں اور ناخن وزائد بال کاٹ لیں۔

جانور خریدتے وقت یہ خیال رہے کہ وہ جانور چوری کا نہ ہو، اور بے عیب ہو، آنکھ کان اچھی طرح دیکھ کر خرید اجائے موٹا تازہ اور خوبصورت ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **سمنو ضحایاکم فانھا علی الصراط**

مطایاکم :اپنے جانوروں کوموٹا تازہ کرو کیوں کہ وہ پل صراط پرتمہاری سواری بنیں گے۔اچھا اور عمدہ جانور لینے میں دو پیسے اگر زیادہ بھی خرچ ہورہے ہیں تو خوش دلی سے خرچ کردیئے جائیں ،کیوں کہ یہ بہترین مصرف ہے اور خدا کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔جانور کچھ پہلے خرید کر پال لیا جائے اور وہ مانوس ہوجائے ،آپ بھی اس سے مانوس ہوجائیں اور پھر اس کو قربان کیا جائے تو یہ مزید اجر وثواب کا باعث ہے۔

دیوبند کے سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین اور ہندوستان کی تاریخ آزادی کے بطل جلیل شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی قدس سرہٗ کے متعلق دورانِ درس استاذ محترم حضرت مولانا عبدالخالق مدراسی استاذ دارالعلوم دیوبند نے یہ بات بتائی تھی کہ حضرت شیخ الہندؒ کا قربانی کے سلسلے میں ایک خوبصورت معمول تھا۔وہ یہ کہ آپ ایک خوبصورت گائے خریدتے تھے اور پورے سال اس کی دیکھ بھال خود ہی کرتے ،اس کے چارہ وغیرہ کا خیال رکھتے۔جب مدرسہ میں پڑھانے کے لئے تشریف لاتے تو گائے بھی ساتھ ساتھ آتی۔اوردارالحدیث کے باہر بیٹھ جاتی۔لوگ حضرت کی گائے کا خیال کرکے اس کے سامنے چارہ وغیرہ ڈالتے۔پھر جب سبق سے فارغ ہوکر حضرت دارالحدیث سے نکلتے اور گھر کا رخ کرتے تو یہ گائے بھی پیچھے پیچھے چل دیتی۔عیدالاضحیٰ آتے آتے یہ گائے آپ سے بہت مانوس ہوجاتی جب کہ آپ بھی اس کے ساتھ اسی طرح مانوس ہوجاتے۔عید قرباں کے موقع پر آپ اس کو ذبح کرتے ہوئے روتے تھے اور یہ آیت تلاوت فرماتے:**لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون** ،مکمل اجر وثواب حاصل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنی محبوب ترین چیزوں کو راہ خدا میں خرچ کرو۔

غور کیا جائے تو قربانی کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان یہ سمجھ لے اور اپنے دل میں بٹھا لے کہ جان ومال سب اللہ کی ملکیت ہے۔خدا کے حکم کے آگے جان ومال اور سب کچھ قربان کردینے کا جذبہ ہمیشہ بندۂ مومن کے دل میں زندہ رہے۔

قربانی انہیں جانوروں کی ہوسکتی ہے جو شریعت میں مقرر ہیں ۔ایسے جانوروں کی فہرست میں اونٹ،گائے،بیل،بھینس،دنبہ دنبی،مینڈھا مینڈھی آتے ہیں۔اس میں یہ خیال رہے کہ گائے بھینس کی عمر دو سال سے کم نہ ہو اور اونٹ کی پانچ سال سے کم نہ ہو۔بکرا بکری ایک سال سے کم نہ ہو۔دنبہ اور بھیڑ اگر چھ ماہ کا اسقدر موٹا تازہ ہو کہ وہ ایک سال والے کے برابر معلوم ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔

جانور خریدنے کے بعد اس کا ہر طرح سے خیال رکھنا ضروری ہے۔اس کے کھانے پینے سے لے کر اس کے باندھنے کی جگہ تک کا لحاظ رکھنا ہے۔ایسی جگہ ہرگز نہ باندھیں کہ آنے جانے والوں کو تکلیف ہو۔اس کی آلائش وغیرہ کے سلسلے میں پاکی صفائی خاص طور پر پیش نظر ہو۔

قربانی کی تیاری کے وقت صحیح العقیدہ قصاب کا انتخاب ہونا چاہیے۔اس موقعہ پر بہت سے ایسے لوگ بھی کمائی کی خاطر آجاتے ہیں کہ ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوتا۔

قربانی کے گوشت کے تین حصے مستحب ہیں۔ایک حصہ رشتہ دار اور دوست واحباب میں تقسیم کردیں۔ایک حصہ غرباء کو دیدیں اور ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لئے رکھیں۔

کسی بھی حلال جانور کی سات چیزیں کھانا حرام ہے۔اگلی شرمگاہ، پچھلی شرمگاہ، پتہ، مثانہ، غدود، کپورے۔

اس موقعہ پر بعض لوگ یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ طاقت نہ ہونے کے باوجود شرم کی وجہ سے قربانی کرتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے۔یہ دکھاوا ہوا۔جو شریعت میں ممنوع ہے۔بعض حضرات کا خیال ہوتا ہے کہ اگر پورے گھر کی طرف سے ایک بکری قربان کردی جائے تو پورے گھرانے کی طرف سے کافی ہے۔جبکہ یہ بات نصوص کے خلاف ہے، گھر میں جتنے افراد صاحب نصاب ہوں گے اتنی ہی قربانی کرنا واجب ہوگا۔مثلاً میاں بیوی اگر دونوں صاحب نصاب ہیں تو دونوں پر ہی قربانی واجب ہے۔اسی طرح اگر باپ اور بالغ بیٹا دونوں صاحب نصاب ہیں تو دونوں پر قربانی واجب ہے۔

اہم اور بہت اہم یہ ہے کہ قربانی میں اخلاص جس درجے کا ہوگا اسی حساب سے یہ قربانی عظیم الشان اور قرب خداوندی کا ذریعہ بن جائے گی۔

☆----☆----☆

صفحہ ۲۰؍ کا بقیہ انجانی باتیں جانی بوجھی باتوں سے بھی زیادہ جانی بوجھی جچی تلی باتیں بن چکی تھیں؛ بلکہ بینائی کی اس نئی قوت اور شنوائی کی اس نئی راہ کے مسلسل اور پیہم تجربوں نے ایسے استوار و محکم غیر متزلزل اعتماد کو ان کی فطرت میں راسخ کردیا تھا کہ اپنے جسم کی آنکھوں اور کانوں سے ان کو اگر اس کا حکم بھی دیا جاتا کہ غیب کے انہیں حقائق اور واقعات کا خود معائنہ کرلو، تو شاید وہ خود اس کا انکار کردیتے، (۱) اور سچ بھی یہی ہے کہ علم کے بے خطا معصوم ذریعہ سے جن معلومات تک ہماری رسائی ہورہی ہو، ان ہی معلومات کو غیر معصوم اور غلطی میں مبتلا ہونے والے ذرائع سے جانچنے کی ضرورت ہی کیا رہتی تھی، نفع سے زیادہ یہ واقعہ ہے کہ نقصان ہی کا احتمال اس میں زیادہ ہے۔

(۱) ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ اس طرح کا ایک واقعہ پیش آیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہا کیا تم چاہتی ہو کہ غیب کا یہ نظارہ تمہارے سامنے بھی آجائے، مؤمنہ خاتون نے جواب میں عرض کیا کہ آپ کے دیکھنے کے بعد اس کی ضرورت رہ جاتی ہے کہ میں بھی اس کو دیکھوں (او کما قالت)

قسط/۳

اسلامی حکمرانوں سے مسلمانوں کی بے جا شکایت

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

خیال تو کیجئے کہ خدا سے ڈرنے کے لئے انسانی فطرت میں ضمیر یا کانشنس کے احساس کا جو کانٹا چبھا دیا گیا ہے، بجائے خدا کے اسی غریب ضمیر اور ضمیر کی بیکس آواز کے ڈر ہی کو اگر کافی قرار دے دیا جائے یا پیدا کرنے والے خالق کے آگے اس کی بخشی ہوئی قوتوں اور قوتوں کے اعمال ونتائج کی جواب دہی کی ذمہ داری کی جو کھٹک آدمی اپنے اندر پاتا ہے، بجائے خالق کے اگر یہ سمجھا جائے جیسا کہ اس زمانے میں عموماً سمجھانے والے یہی سمجھا بھی رہے ہیں کہ جس سے ہم پیدا ہوئے ہیں یا جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، اس کے آگے نہیں؛ بلکہ آئندہ نسلیں خود ہم سے جو پیدا ہونے والی ہیں، ان کے آگے چاہئے کہ جواب دہی کی ذمہ داری کو ہم اپنے اندر پیدا کریں، تو خدا جس کے ہاتھ میں ہماری زندگی بھی ہے اور موت بھی، اس سے نڈر بن جانے اور بنا دیئے جانے کے بعد کیا واقعی اس مسکین ضمیر کی ٹوک سے آدم زاد ڈر جائے گا؟ وہی مسکین لاوارث ضمیر جس کا گلا جب اور جس وقت ہمارا جی چاہے، خود گھونٹ کر رکھ سکتے ہیں؛ بلکہ بسا اوقات گھونٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

یا جس کا دیا ہوا سب کچھ ہے، اس کی بخشی ہوئی نعمتوں اور عطا فرمودہ قوتوں کے استعمال میں خود بخشنے والے اور دینے والے کے سامنے تو جواب دہی کا خیال صرف خیال ہے، یہ باور کراتے ہوئے سوچئے کہ باز پرس اور جواب دہی کی یہ دھمکی کیا نتیجہ خیز دھمکی ہوسکتی ہے کہ اگلی نسلوں کو ان ہی سے پیدا ہونے والی پچھلی نسلوں کے ان افراد کے سامنے جواب دینا پڑیگا، جو اپنی عدالت کی کرسی جس وقت بچھائیں گے، اس وقت جواب دینے والی اگلی نسلوں کی ہڈیاں چونہ بن کر خاک میں مل چکی ہوں گی۔

بہر حال آئندہ نسلوں کے سامنے باز پرس اور جواب دہی کا قصہ ہو یا تاریخ کی عدالت کے آگے اعمال وافعال کی جائزہ آرائیوں کے افسانے ہوں، ان نفسیاتی حکموں کی انسان کی خودغرض اور چالاک فطرت کام نکالتے وقت کیا واقعی کچھ پرواہ کرسکتی ہے؟

کچھ بھی ہو میں تو اس کو بھی قدرت کے انتقام کی ایک مخفی شکل سمجھتا ہوں کہ جنھوں نے ''مالک یوم الدین'' کے ڈر کو انسانی قلوب سے نکالنے کی کوشش کی تھی، خود بھی نڈر بننا چاہتے تھے اور دوسروں کو بھی نڈر بنانا چاہتے تھے، خدا کے خوف کا جنھوں نے مضحکہ اڑایا تھا، آج وہی ضمیر اور کانشنس سے ڈرنے اور ڈرانے کا وعظ کہتے پھرتے ہیں، پیدا کرنے والے، سب کچھ دینے

والے، خالق کردگار کے آگے اعمال کی جواب دہی کا اعتقاد، صرف اعتقاد؛ بلکہ خوش اعتقادی کی پیداوار ہے، پرانے عہد کے منبر ومحراب کی پرانی یادگار ہے، جو اس کا چرچا کرتے پھرتے تھے، وہی پکار رہے ہیں کہ پچھلی نسلوں کے سامنے اگلی نسلوں کو اپنے کرتوتوں کا جواب دینا پڑے گا۔

پھر ہوا کیا؟ جو ڈرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے، ڈر تو اس کے دل سے اب بھی نہ نکلا، ذمہ داریوں کے بوجھ سے جس کے سر کو چاہا گیا تھا کہ ہلکا کر دیا جائے، اس کے کندھے پر جواب دہی کی گٹھری تو اب بھی لدی ہوئی ہے، بندگی کے لئے جو بنایا گیا ہے، بندہ بننے پر تو وہ اب بھی مجبور ہے، بقول اکبر مرحوم

بندگی حالت سے ظاہر ہے خدا ہو یا نہ ہو

فرق خدا والی بندگی اور بے خدا والی بندگی میں اگر کچھ پیدا ہوا ہے تو اسی قدر ہوا ہے کہ خدا کا ڈر اور خدا کے سامنے جواب دہی کی ذمہ داریاں جن نتائج کو پیدا کر رہی تھیں، ان نتائج وثمرات کے پیدا کرنے سے ضمیر (ا) کا غیر منطقی خوف بھی قاصر نظر آ رہا ہے، تجربہ سے اسی کی تصدیق ہو رہی ہے، اسی طرح مشاہدہ بتا رہا ہے کہ آئندہ نسلوں یا تاریخ کے سامنے جواب دہی کی سوفسطائی دھمکیاں بھی وقت پر بے نتیجہ دھمکیوں سے زیادہ کبھی کارآمد ثابت نہ ہوسکیں۔

کیسی عجیب بات ہے کہ ہم ڈرتے بھی رہے، جواب دہی کی ذمہ داری کا کانٹا دل میں کھٹکتا بھی رہا، لیکن ان برکتوں اور بلند نظریوں سے نسل انسانی محروم ہوگئی، جو صرف خالق اور پیدا کرنے والے ہی کے ڈر اور اسی کے آگے باز پرس کے خوف سے پیدا ہوسکتی ہیں، پیدا ہو رہی تھیں اور چاہا جائے تو تجربہ کر کے دیکھ لیا جائے کہ اب بھی ان کے پیدا کرنے میں اسی راہ سے نسل انسانی کامیاب ہوسکتی ہے۔

بہر حال سلاطین سلف یا گذشتہ اسلامی حکمرانوں کے متعلق اس قسم کے وسوسوں کے بھبھارے قلوب میں آج کل جو اٹھ رہے ہیں کہ قابو پانے کے بعد جبراً لوگوں کا دین کیوں نہ بدلوا دیا گیا اور جبر کے بعد بھی آبائی دین پر اصرار کرنے والوں کا

(ا) یہ ضمیر یا کانشنس یا اخلاقی حاسہ وغیرہ جس کا کچھ نہ کچھ سراغ عہد حاضر کے بے بصیرتوں کو بھی انسانی فطرت میں کسی نہ کسی رنگ میں مل رہا ہے، درحقیقت فطرت انسانی کے اسی جذبہ کی یہ ٹوٹی پھوٹی ادھوری اور ناقص تعبیریں ہیں، قرآن نے جس کا پتہ ''الامانہ'' سے دیا ہے، بتایا گیا ہے کہ آدمی کی فطرت میں الامانہ کی کیل اگر نہ ٹھونک دی جاتی تو عملاً انسان صرف ظالم نہیں بلکہ ظلوم (بہت بڑا ظالم) اور علماً جاہل نہیں بلکہ جہول (بہت بڑا جاہل) بن کر رہ جاتا اس الامانہ کے جذبہ کا مطلب یہی ہے، کہ جن چیزوں پر آدمی کو اقتدار بخشا گیا ہے، اس اقتدار واختیار کے استعمال میں اسے اپنی مرضی کی نہیں؛ بلکہ اس کی مرضی کی پابندی کرنی چاہئے، جس نے بمد امانت اسے یہ اقتدار عطا فرمایا ہے کہ اپنے اقتدار واختیار کے استعمال میں اپنی مرضی کے پابند نہیں ہیں، اس کا اقرار تو یہ ضمیر والے بھی کرتے اور سمجھتے ہیں کہ جو جی میں آئے کر گذریں، اس قسم کا مطلق العنان اختیار ہمیں نہیں ملا ہے، بقیہ پچھلے صفحہ کا رمگر ''الامانت'' کے اقتضاء کی یہ صرف منفی یافت ہے آگے سوال ہوتا ہے کہ اپنی مرضی کے مطابق جب اپنے اقتدار کے استعمال میں ہم آزاد بن کر پیدا نہیں ہوئے ہیں، تو پھر کس کی مرضی کی پابندی کریں، یہ مثبت اور ایجابی پہلو جذبہ امانت کا عصری مفکرین کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا؛ حالانکہ فطرت انسانی کی یہی پیاس آدمی کو اس پر مجبور کرتی ہے کہ اس پر مجبور کرتی ہے کہ جس کا وہ امین ہے، اس کی مرضی کو دریافت کرے، اسی کے بعد نبوت اور وحی کے پانی کی تلاش ہوتی ہے؛ ورنہ فرض کی پابندی فرض عائد کرنے والے کے بغیر مہمل بات ہے؟

ہمارے ان بادشاہوں نے صفایا کیوں نہ کر دیا جن سے پوچھنے والا ان کے زمانے میں روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہا تھا۔

یقین مانئے کہ ان رذیل اور کمینے وسوسوں کی تہ میں درحقیقت بے اعتمادیوں اور قلبی کمزوریوں کے وہی جراثیم چھپے ہوئے ہیں، جو ہراس دماغ اور ہراس دل میں قدرۃً اس وقت پیدا ہو جاتے ہیں، جب خدائے قادر ذوالجلال فعال لما یرید کے وزن سے وہ خالی ہو جاتا ہے، ہر ایمانی پژمردگی اور دینی افسردگی کے یہ ناگزیر لازمی نتائج ہیں۔

سچے مسلمانوں کی پشت سے جھوٹے مسلمانوں کی جو نسلیں آج دنیا میں نکل آئی ہیں، نکل نکل کر پھیل رہی ہیں، ان پر یہ بات گراں گزر رہی ہے کہ لذیذ و تر لقموں، فاخرہ طاؤسی لباسوں، حسین و پرشوکت سواریوں اونچے اور بلند ایوانوں کے استعمال میں دوسرے ادیان و مذاہب کے ماننے والی قومیں آج ان سے کیوں مزاحمت کر رہی ہیں، وہ سوچتے ہیں کہ موقع کی پیشانیاں ہمارے آباؤ اجداد کے ہاتھوں میں جب بار بار آتی رہیں، تو بجائے گھسیٹنے کے ان پیشانیوں کو اپنے ہاتھوں سے انہوں نے کیوں نکل جانے دیا؟

یہ ہو سکتا تھا کہ مسلمانوں کا سا نام رکھ کر اسلامی لطافت سے فراہم کردہ ثروت و دولت سے ہماری گذشتہ نسلیں بھی انتہائی بے شرمی اور بے حیائی کے ساتھ استفادے میں اگر اسی طرح مشغول ہونے کی صلاحیت اپنے اندر رکھتیں، جیسے مسلمانوں میں مردہ ضمیروں کا ایک طبقہ آج کل یہی کر بھی رہا ہے اور مسلمانوں جیسے اپنے ناموں کو پیش کر کر کے غریب و ناواقف مسلمانوں سے ووٹ حاصل کرتا ہے، اسی ذریعہ سے حکومتوں کی کرسیوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو رہا ہے؛ لیکن اخلاقی جرأت کی شدت افلاس نے اتنی ہمت بھی ان بزدلوں میں باقی نہیں چھوڑی ہے کہ دل میں ان کے جو کچھ ہے، اس کو زبان تک لانے کی جسارت کریں، اسلام اور پیغمبر اسلام پر جس اعتماد کی ضرورت ہے، اعتماد کی اس دولت کو وہ کھو چکے ہیں؛ لیکن اپنے اس باطنی دیوالیہ پن اور ایمانی افلاس کا اعلان بھی نہیں کر سکتے، نقرئی اور طلائی مصالح یا جھوٹی آن اور جاہ کا ذب کی بے پناہ آرزو، اس اعلان کی راہ میں ہمیشہ روک بن جاتی ہے، وہ اپنی چھچھوری طبیعتوں اور فطری تنگ ظرفیوں کے اقتضاء کی توقع اپنے بلند نظر، خدا دوست، خدا اعتماد اسلاف سے بھی رکھتے ہیں، کوئی شبہ نہیں کہ ضعف ایمان کی بے اعتمادی کی یہی لعنت خدانخواستہ اگر ہمارے بزرگوں پر بھی مسلط ہوتی تو جو کچھ آج سوچا جا رہا ہے، شاید اسے وہ کر گذرتے۔

لیکن ظاہر ہے محمد ﷺ نے جو کچھ سنا ہے، ہم اس کو نہیں سنیں گے، جن کے دماغوں میں یہ گندے فیصلے جگہ بنا چکے ہیں، ان پر ان بزرگوں کے نفسیات و احساسات کو قیاس کرنا کتنا غلط ہوگا، جنہوں نے محمد ﷺ ہی کو اپنی آنکھ بھی بنا لیا تھا اور ان ہی کو وہ اپنا کان بھی بنا چکے تھے؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اپنی آنکھوں کی دیکھی ہوئی چیزوں اور اپنے کانوں سے سنی ہوئی چیزوں کی ان لاہوتی معلومات کے مقابلہ میں ان کی نگاہوں میں کوئی قیمت باقی نہیں رہی تھی، جنہیں قدرت کی عطا کی ہوئی اس جدید بینائی اور جدید شنوائی کی راہوں سے وہ پا رہے تھے، بینائی کی یک نئی تازہ اور مقدس روشنی نے اور شنوائی کے اس معصوم نئے احساس نے ان کے لئے غیب کو شہادت بنا دیا تھا، ان دیکھے حقائق، دیکھے بھالے حقائق کی شکل اختیار کر چکے تھے۔ بقیہ صفحہ/۷۱ پر

میدان عرفات سے آخری پیغمبر کا خطاب

محمد فہیم قاسمی گورکھ پوری
معاون مدیر: ماہنامہ المناظر

۹رہجری میں حج فرض ہوا اور ۱۰رہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے کا اعلان فرمایا، پھر کیا تھا، اطراف عالم سے جوق در جوق افراد جمع ہونا شروع ہو گئے، قافلے کے قافلے راستہ میں شریک سفر ہونے لگے۔ جسے مخالفین کے درمیان اتارا گیا تھا، آج اس کے ایک اعلان سے انبوہ در انبوہ افراد کھینچے چلے آرہے ہیں، اور کیوں نہ آتے، جب سینکڑوں سال پہلے رب کعبہ نے جد امجد حضرت ابراہیمؑ سے **واذن فی الناس بالحج یأتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق.** کی صدا لگوائی تھی اور یہ صدا کائنات میں بسنے اور آنے والے انسانوں تک پہنچائی گئی تھی، لوگوں نے **اللھم لبیک** کے ذریعہ حج کا پروانہ حاصل کیا تھا۔ اور لوگ دور دراز ملکوں سے پیدل، دبلے پتلے اونٹوں اور سواریوں پر سوار چلے آرہے تھے۔ پھر انہیں کی نسل میں جس کو انھوں نے **ربنا وابعث فیھم رسولا منھم الخ** کے دعائیہ کلمات کے ذریعہ اپنے رب سے طلب کیا تھا تو اس کے اعلان سے جوق در جوق افراد کیوں اکٹھا نہ ہوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۶رذی قعدہ کو اس شہر سے سفر کا آغاز فرمایا جس نے **طلع البدر علینا من ثنیات الوداع** کے محبت آمیز اشعار سے آپ کا استقبال کیا تھا، اور سفر اس شہر کی جانب تھا جس کے بسنے والے، اپنے قبیلے، اپنے خاندان کے ہی فرد کو شہر سے نکال دیا تھا۔ لیکن آج وہ اس ہستی کے منتظر اور اس کے انتظار میں سراپا شوق بنے ہوئے تھے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ نے شب بھر اقامت فرمائی دوسرے دن غسل فرما کر احرام باندھا، اور بلند آواز یہ الفاظ کہے۔ **لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لک لا شریک لک.**

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے، دائیں بائیں جہاں تک نظر کام کر رہی تھی آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لبیک فرماتے تو ہر طرف سے اسی صدائے غلغلہ انگیز کی آواز بازگشت آتی تھی اور تمام دشت و جبل گونج اٹھتے تھے۔ فتح مکہ میں آپ نے جس جگہ نماز کی تھی لوگوں نے وہاں برکت کے خیال سے مسجدیں تعمیر کر لی تھیں، آپ ان مساجد میں نماز پڑھتے جاتے تھے۔ ذی الحجہ کی ۴رتاریخ کو آپ مکہ میں داخل ہوئے، مدینہ سے مکہ تک کا یہ

سفر ۹؍دن میں طے ہوا۔مسجد حرام پہنچ کر آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔مگر احرام نہیں کھولا، کیوں کہ آپ نے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا اور آپ ہدی (قربانی کے جانور) بھی لائے تھے۔۸؍ذی الحجہ ترویہ کے دن آپ منی تشریف لے گئے اور وہاں ۹؍ذی الحجہ کی صبح تک قیام فرمایا۔ظہر،عصر،مغرب عشا،فجر (پانچ وقت) کی نمازیں وہیں پڑھیں۔پھر اتنی دیر توقف فرمایا کہ سورج طلوع ہوگیا،اس کے بعد عرفہ کو چل پڑے۔(سیرۃ النبی،الرحیق المختوم)

عرفات ایک وسیع وعریض میدان کا نام ہے،جو پورے سال ویران اور انسانوں کی راہ تکتا رہتا ہے،حج کے موقع پر صرف چند گھنٹوں کے لئے انسانوں کے ازدحام واجتماع کی وجہ سے عظیم الشان شہر کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ایک روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواؑ کی ملاقات اسی میدان میں ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس کا نام عرفات پڑ گیا۔اس میدان کی عظمت کی کیا انتہا،جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اعظم الناس ذنبا من وقف بعرفة فظن ان الله لم یغفر له** سب سے بڑھ کر گنہگار وہ ہے جو عرفات میں حاضر ہوا اور پھر بھی یہ خیال رکھے کہ اللہ نے اسے نہیں بخشا۔کیا خوب ہیں میرے رب کی کرم فرمائیاں بھی۔

اسی میدان میں آپ نے ایسا جامع اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جو اللہ کے آخری رسول ﷺ کے نام آخری پیغام اور آخری وصایہ کی حیثیت رکھتا ہے۔یہ خطبہ زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اعجاز آفرینی کا نادر نمونہ ہے۔

(خطبہ حجۃ الوداع رص؍۱۳۹۔ڈاکٹر نثار احمد)

سیر وتاریخ کی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ مکمل نہیں ملتا ہے،ڈاکٹر نثار احمد صاحب نے بہت تحقیق کے ساتھ اپنی کتاب ''خطبہ حجۃ الوداع'' میں اس خطبہ کو مکمل یکجا فرمادیا ہے۔مکمل خطبہ انہیں کی کتاب سے یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع

حصہ:الف (دیباچہ)

سب تعریف اللہ کے لیے،ہم اس کی حمد وثنا کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں،اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسی کے دامن عفو میں اپنے نفس کی شرارتوں اور برے اعمال سے پناہ چاہتے ہیں،جس کو اللہ ہدایت عطا کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں،وہ اکیلا ہے،اس کا کوئی سہیم وشریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔امابعد:

الف:لوگو!میری بات اچھی طرح سن لو،سمجھ لو،کیا خبر،شاید اس سال کے بعد اس جگہ میری تمہاری ملاقات کبھی نہ ہوسکے۔

ب:بندگان خدا!آج کے بعد واللہ مجھے نہیں معلوم،شاید میں تم سے اس مقام پر کبھی نہ مل سکوں گا۔

ج:لوگو!خاموش ہوجاؤ،تم لوگ اس سال کے بعد شاید مجھے نہ دیکھ سکو۔

د:لوگو!سنو!میں تمہیں وضاحت کے ساتھ (سب کچھ) بتادینا چاہتا ہوں،کیوں کہ شاید اس سال کے بعد پھر کبھی تم سے نہ مل سکوں۔

ہ: لوگو! حج کے مسئلے مسائل مجھ سے سیکھ لو، میں نہیں جانتا، شاید اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت نہ آئے۔

و: اللہ اسے تر و تازہ اور شاداب رکھے جس نے میری باتیں سنیں اور انہیں دوسروں تک پہنچایا، بعض اوقات سننے والا سمجھ دار نہیں ہوتا اور کبھی کبھی جس کو پہنچایا جائے، وہ اس سے زیادہ سمجھ دار نکلتا ہے۔

ز: لوگو! تم لوگ شاید مجھ سے آئندہ اس حال میں نہ مل سکو جس حال میں اب مل رہے ہو۔

حصہ: ب (اساسیات)

دفعہ: الوگو! ا۔ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔

۲۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ تقویٰ شعار ہے، بے شک اللہ علیم و خبیر ہے۔

۳۔ دیکھو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر اور کسی سرخ کو کسی کالے، سیاہ پر کوئی فضلت و امتیاز نہیں، مگر ہاں تقویٰ کے سبب۔

دفعہ: ۲۔ بندگان خدا! میں تمہیں تقویٰ شعاری (اللہ سے ڈرنے) کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں (کیوں کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کے بندے نہیں) اور اپنے خطبے کا آغاز نیک بات سے کرتا ہوں۔

دفعہ: ۳۔ جان لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں تلے (روندی گئی) ہے۔ (اب تمام آثار جاہلیت کالعدم اور ساقط ہو گیے ہیں۔)

ا۔ خبردار! اہل جاہلیت کی ہر چیز میرے (ان دونوں) قدموں کے نیچے ہے۔

۲۔ سن لو! جاہلیت کا ہر خون (انتقام) مال (مغضوبہ) اور آثار جاہلیت (خاندانی، موروثی مفاخر) میرے قدموں تلے تا قیامت کالعدم ٹھرائے جاتے ہیں۔

۳۔ اور جاہلیت کے تمام باعث فخر و غرور عہدے (مآثر و مفاخر) ختم کیے جاتے ہیں، صرف سدانہ (کعبہ کی نگرانی و نگہبانی) اور سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے) کے عہدے باقی رہیں گے۔ قتل عمد کا قصاص (بدلہ) لیا جائے گا قتل عمد کے مشابہ وہ (قتل) ہے جو لاٹھی یا پتھر سے وقوع میں آئے اور اس کی (دیت) سو اونٹ مقرر ہے۔ اس سے زیادہ جو طلب کرے گا وہ اہل جاہلیت میں شمار ہوگا۔

۴۔ اور ہر قسم کا سود آج ممنوع قرار پاتا ہے، البتہ تمہیں اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے، جس میں نہ اوروں کا نقصان ہے اور نہ تمہارا نقصان، اللہ نے یہ بات طے کردی ہے کہ سود کی گنجائش نہیں ہے۔

۵۔ اور زمانہ جاہلیت کے تمام سود (سودی کاروبار) اب باطل ہیں۔ (اور جہاں تک کہ عباس بن عبدالمطلب کے سود کا تعلق ہے تو وہ تمام کا تمام ساقط ہے۔)

۶۔ اور زمانہ جاہلیت کے تمام خون (کے بدلے، انتقام) اب کالعدم ہیں۔ (اور اپنے خاندان میں سے پہلا انتقام جسے میں معاف کرتا ہوں 'ربیعہ' (بن الحارث بن عبدالمطلب) کے بچے کا ہے، جس کی رضاعت بنی لیث میں ہو رہی تھی کہ بنو ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا، پس میں پہل کرتے ہوئے انتقام ہائے جاہلیت میں سے خون کا بدلہ معاف کر رہا ہوں۔

۷۔لوگو!الف: بے شک نسئی (مہینوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا) از دیاد کفر کا ہی باعث ہے۔اس سے کافر گمراہی میں پڑ جاتے ہیں کہ ایک سال تو (اپنی نفسانی غرض سے) اسے حلال ٹھہراتے ہیں، پھر دوسرے سال (جب کوئی ذاتی غرض نہ ہو) اس کو حرام کر دیتے ہیں، تاکہ اللہ نے جو گنتی (حرام مہینوں کی) مقرر کر رکھی ہے اسے پورا کر لیں۔اس طرح وہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینے کو حلال اور اس کے حلال کیے ہوئے کو حرام کر لیتے ہیں۔

ب: دیکھو!اور اب زمانہ گھوم پھر کر اسی جگہ آ گیا ہے جہاں سے کائنات کی پیدائش کا دن شروع ہوا تھا۔مہینوں کی گنتی (تعداد) اللہ کے نزدیک سال میں بارہ ہے۔ان میں سے چار محترم،حرام ہیں کہ تین (ذی قعدہ،ذی الحجہ اور محرم) تو متواتر ہیں اور ایک الگ آتا ہے، یعنی رجب جو شہر مضر کہلاتا ہے اور جو جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ ہے اور مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے، تیس کا بھی۔

کہو!میں نے اپنی بات تم تک پہنچا دی ہے نا؟ تو مجمع نے کہا: بے شک۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ گواہ رہنا!)

ج: سن لو! حج قیامت تک اب ذی الحجہ کے مہینے کے ساتھ مخصوص رہے گا۔

دفعہ:۴۔لوگو! (تمہیں معلوم ہے کہ تم پر کون سا مہینہ سایہ فگن ہے؟ تم کس دن میں یہاں جمع ہو؟ کس شہر میں موجود ہو؟ سب نے کہا: محترم شہر اور محترم مہینے میں! تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) بے شک تمہارا خون (ایک دوسرے پر) حرام ہے۔

دفعہ:۵۔اور تمہارا مال (وملکیت)

دفعہ:۶۔تمہاری عزت و آبرو

دفعہ:۷۔تمہاری کھال (جلد،جسم،بدن) بھی (ایک دوسرے کے لیے) معزز و محترم ہے۔(جس طرح حرمت تمہارے اس دن کو،تمہارے اس مہینے کو،تمہارے اس شہر کو (حاصل ہے) یہاں تک کہ تم اللہ سے جا ملو۔)

دفعہ:۸۔میری بات سنو! زندگی پا جاو؟ گے (مگر اس شرط کے ساتھ کہ)

۱۔خبردار! (ایک دوسرے پر) ظلم نہ کرنا۔

۲۔دیکھو! ظلم (وزیادتی) نہ کرنا۔

۳۔خوب سمجھ لو! ایک دوسرے پر باہم ظلم و ستم نہ کرنا۔

حصہ: ج (اجتماعات)

دفعہ:۹۔اللہ کے بندو! میری بات سنو اور سمجھو! بلاشبہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

دفعہ:۱۰۔خبردار! ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام و محترم ہے۔

دفعہ:۱۱۔اور ہر مومن دوسرے مومن پر حرام و محترم ہے۔جس طرح آج کے دن کی حرمت ہے:

۱۔اس کا گوشت اس پر حرام ہے۔

۲۔کہ اسے کھائے،اس کی عدم موجودگی میں غیبت کرے۔

۳۔اور اس کی عزت و آبرو اس پر حرام ہے کہ (اس کی چادر عزت) پھاڑ دے۔

۴۔اس کا چہرہ اس پر حرام ہے کہ اس پر تمانچے لگائے جائیں۔

۵۔اور تکلیف دہی بھی حرام کہ اسے تکلیف پہنچائی جائے۔

۶۔اور یہ بھی حرام کہ تکلیف رسانی کے لیے اسے دھمکایا جائے۔

۷۔اور کسی مسلمان کے لیے یہ بھی جائز نہیں سوائے اس کے کہ جو وہ اپنی خوشی سے دے۔

۸۔مال مسلم بھی حلال و جائز نہیں سوائے اس کے کہ وہ اپنی خوشی سے دے۔

(اور میں تمہیں بتاؤں کہ مسلمان درحقیقت ہے کون؟)

دفعہ:۱۲۔مسلمان وہی ہے جو اپنی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگوں کو محفوظ رکھے۔

دفعہ:۱۳۔اور مومن درحقیقت وہ ہے جس سے دوسرے لوگوں کا جان و مال امن و عافیت میں رہے۔

دفعہ:۱۴۔اور مہاجر درحقیقت وہ ہے جو اپنے گناہوں اور خطاو؟ں سے کنارہ کشی کر لے۔

دفعہ:۱۵۔اور مجاہد تو دراصل وہ ہے جو اطاعت الٰہی کی خاطر اپنے نفس کا مقابلہ کرے۔

دفعہ:۱۶۔خبردار! اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت واپس لوٹا دے۔

دفعہ:۱۷۔قرض واپس ادائیگی کا متقاضی ہے۔

دفعہ:۱۸۔ادھار لی ہوئی چیز کو واپس کیا جانا چاہیے۔

دفعہ:۱۹۔عطیہ لوٹایا جائے۔

دفعہ:۲۰۔ضامن ضمانت (تاوان) کا ذمہ دار ہوگا۔

دفعہ:۲۱۔دیکھو! اب ایک مجرم اپنے جرم کا خود ہی ذمہ دار ہوگا۔

دفعہ:۲۲۔جان لو! اب نہ باپ کے جرم کے بدلے بیٹا پکڑا جائیگا اور نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائیگا۔

دفعہ:۲۳۔عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیوں کہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمات (احکام) کے تحت ان کے ستر تمہارے لیے حلال ہوئے۔

دفعہ:۲۴۔خبردار! تمہارے لیے عورتوں سے نیک سلوکی کی وصیت ہے، کیوں کہ وہ تمہاری پابند ہیں اور اس کے سوا تم کسی معاملے میں حق ملکیت نہیں رکھتے۔

دفعہ:۲۵۔لوگو! جس طرح عورتوں کے کچھ حقوق تمہارے ذمہ ہیں، اسی طرح ان پر بھی تمہارے کچھ حقوق واجب ہیں۔ (سنو! تمہاری عورتوں پر جس طرح کچھ حقوق تمہارے واجب ہیں، اسی طرح تمہاری عورتوں کا بھی تم پر کچھ حق ہے۔)

(جہاں تک تمہارے ان حقوق کا تعلق ہے جو تمہاری عورتوں پر واجب ہیں) تو وہ یہ ہیں:

۱۔وہ کوئی کام کھلی بے حیائی کا نہ کریں۔

۲۔وہ تمہارا بستر کسی ایسے شخص سے پامال نہ کرائیں جسے تم پسند نہیں کرتے۔

۳۔وہ تمہارے گھر میں کسی ایسے شخص کو داخل نہ ہونے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو،مگر یہ کہ تمہاری اجازت سے۔

۴۔اگر وہ عورتیں (ان باتوں) کی خلاف ورزی کریں تو تمہارے لیے اجازت ہے کہ:

الف:تم انہیں بستروں پر اکیلا،تنہا چھوڑ دو۔

ب:(ان پر سختی کرو) مگر شدید تکلیف والی چوٹ نہ مارو(اگر مارنا ہی چاہو۔) دیکھو! کچھ حقوق ان کے بھی تمہارے اوپر عائد ہوتے ہیں۔مثلا:

۵۔یہ کہ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے (خوراک ولباس) کے بارے میں ان سے اچھا سلوک کرو(اگر وہ تمہاری نافرمانی سے باز آجائیں اور کہامانیں تو (حسب حیثیت)ان کا کھانا کپڑا (خوراک،لباس،نان نفقہ) تمہارے ذمہ ہے۔

(اور عورتوں پر یہ بھی واجب ہے کہ)

۶۔عورتیں معروفات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں۔

۷۔اوراگر وہ فرماں برداری کریں تو ان پر (کسی قسم کی) زیادتی کا تمہیں کوئی حق نہیں۔

۸۔کوئی عورت اپنے گھر میں اخراجات نہ کرے،مگر ہاں اپنے شوہر کی اجازت سے۔

۹۔جان لو! لڑکا (اولاد) اس کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا۔(بچہ شوہر کی اولاد متصور ہوگا۔)اور جس پر حرام کاری ثابت ہو اس کی سزا سنگ ساری ہے (زناکار کے لیے پتھر) اور ان کا حساب اللہ کے ذمے۔

۱۰۔دیکھو! کسی عورت کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کا مال اسکی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔

۱۱۔خبردار! جس نے خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے منسوب کیا،یا کسی غلام نے (جان بوجھ کر) اپنے آقا کے سوا کسی آقا سے نسبت قائم کی تو اس پر اللہ کی،اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی اور قیامت کے دن اس سے کوئی بدلہ یا معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ:۲۶۔۱۔اور ہاں غلام،تمہارے غلام! (ان سے حسنِ سلوک کرو)

الف:جو تم کھاتے ہو اس میں سے ان کو بھی کھلاؤ۔

ب:جو تم پہنتے ہو اس میں سے ان کو بھی پہناؤ۔

ج:اگر وہ کوئی ایسی خطا کریں جسے تم دیکھو کہ معاف نہیں کر سکتے تو اللہ کے بندو انہیں فروخت کر دو۔(مگر)

د:انہیں بھیانک سزا (عذاب) تو نہ دو۔

۲۔اوران کے بارے میں بھی تمہیں (حسن سلوک کی) وصیت کرتا ہوں،جو لونڈیاں (تمہارے زیر تصرف) ہیں،پس ان کو وہ

کھلاؤ اور پہناؤ جو تم کھاتے پہنتے ہو۔

حصہ: د (دینیات، عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات)

دفعہ: ۲۷۔ لوگو! بے شک مجھے حکم دیا گیا تھا کہ لوگوں سے لڑوں، یہاں تک کہ لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہو جائیں اور جب وہ اس کلمے کا اقرار کر لیں تو گویا انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو بچا لیا اور باقی حساب اللہ کے ذمے ہے۔

دفعہ: ۲۸۔ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراو؟۔

دفعہ: ۲۹۔ اور نہ کسی کی ناحق جان لو۔ (نہ قتل کرو)

دفعہ: ۳۰۔ نہ بدکاری (زنا) کرو۔

دفعہ: ۳۱۔ اور نہ ہی چوری (سرقہ) کرو۔

دفعہ: ۳۲۔ لوگو! (اچھی طرح سمجھ لو!) میرے بعد نہ کوئی پیغمبر (آنے والا ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی امت (ہوگی)۔

۱۔ اپنے خطاب کے دوران رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح الدجال کا ذکر فرمایا، پھر ذکر میں کافی طول پکڑا، پھر دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

۲۔ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا کہ جس نے اپنی امت کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔ (پس میں بھی) (میں بلاشبہ تمہیں اس سے ڈراتا ہوں)

۳۔ بے شک میری سب سے افضل دعاء بلکہ تمام انبیائے ماقبل کی یہی ہے: **لاالٰـه الا اللّٰـه وحده لاشريک له، له الملک وله الحمد بيده الخير، يحي ويميت وهو علیٰ کل شیء قدير۔**

دفعہ: ۳۳۔ خوب سن لو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو، نماز پنج گانہ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اپنے (رب کے) گھر (خانہ کعبہ) کا حج کرو، اپنی زکوٰۃ خوشی خوشی دیا کرو، اپنے حکام کی اطاعت کرو (اس طرح ان امور کی انجام دہی کے بعد بطور اجر) اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

دفعہ: ۳۴۔ اللہ سے ڈرو! (ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو) اور لوگوں کو ان کی چیزیں (ناپ تول میں) کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد کرتے نہ پھرو۔

دفعہ: ۳۵۔ خبردار! دین میں غلو (مبالغہ آمیزی، انتہا پسندی) سے بچو، اس لیے کہ تم سے پہلے جو (قومیں) تھیں وہ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں۔

دفعہ: ۳۶ لوگو! دیکھو، شیطان اس بات سے تو بے شک بالکل مایوس ہو چکا ہے، کہ تمہاری اس سرزمین پر کبھی اس کی پرستش کی جائے گی، مگر چوکنا رہو! وہ اس بات پر بھی راضی ہوگا کہ اس (پرستش) کے سوا چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کے اشاروں کی تعمیل کی جائے، پس اپنے دین و ایمان کی (حفاظت کی) خاطر اس سے بچے رہنا۔

دفعہ: ۳۷ لوگو! ا۔ اللہ نے میراث (ترکہ) میں ہر وارث کا (جداگانہ) حصہ مقرر کر دیا ہے۔

۲۔اس لیے وارث کے لیے (تمام مال میں) وصیت کرنا جائز نہیں۔(چنانچہ) کسی کو ایک تہائی سے زائد (مال) کی وصیت کا حق نہیں۔(بقول راوی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقے کا حکم دیا اور فرمایا:)

دفعہ:۳۸۔صدقہ دیا کرو! اس لیے میں نہیں جانتا، مگر شاید تم آج کے بعد مجھے پھر نہ دیکھ سکو۔

دفعہ:۳۹۔اللہ کے نام پر (جھوٹی) قسمیں نہ کھایا کرو، کیوں کہ جو اللہ کے نام پر (جھوٹی) قسم کھائے گا، اللہ اس کا جھوٹ ظاہر کر دے گا۔

دفعہ:۴۰۔لوگو! ا۔علم (تعلیم ،معلومات) میں سے جو کچھ حاصل کر سکتے ہو، لے لو۔اس سے پہلے کہ وہ سمیٹ لیا جائے اور قبل اس کے کہ علم کو اٹھا لیا جائے۔

۲۔خبردار! علم کے اٹھائے جانے (ختم ہو جانے) کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اس کے جاننے والے ختم ہو جائیں۔(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔)

دفعہ:۴۱۔دیکھو! ا۔تین باتیں ایسی ہیں جن میں (مومن کا) دل (دھوکہ فریب) کھانے کا شکار نہیں ہوتا۔یعنی:

الف:عمل میں اخلاص کہ صرف اللہ کے لیے۔

ب:(مسلمان) حاکموں کی خیرخواہی میں۔

ج:عام مسلمانوں (کی جماعت) سے وابستگی میں، کیوں کہ ان (مسلمانوں) کی دعائیں انہیں گھیرے رہتی ہیں (اس پر سایہ فگن رہتی ہیں۔)

۲۔اللہ نے ایسی کوئی بیماری (دکھ، تکلیف) پیدا نہیں کی جس کی دوا نہ اتاری ہو، سوائے بڑھاپے کے۔

دفعہ:۴۲۔لوگو میری بات سمجھو! کیوں کہ میں نے سب کچھ تم تک پہنچا دیا ہے:

ا۔میں نے تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑ دی ہے کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو گے اگر مضبوطی سے تھامے رہے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔

۲۔اور میں نے تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑ دی ہیں کہ اگر ان کو تھامے (پکڑے) رہے تو پھر کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے۔ صاف وروشن اللہ کی کتاب اور اسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔

دفعہ:۴۳۔لوگو! سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تمہارے اوپر کوئی نک کٹا حبشی غلام امیر بنا دیا جائے جو تمہارے درمیان کتاب اللہ (کے احکام) کو قائم (نافذ) کرے۔

دفعہ:۴۴ جان لو! ا۔ہر نبی (پیغمبر) کی دعوت گزر چکی ہے، سوائے میری دعوت (دین وشریعت) کے، کہ (وہ ہمیشہ کے لیے ہے) میں نے اس کو اپنے پروردگار کے پاس قیامت تک کے لیے ذخیرہ (جمع) کر دیا ہے۔

۲۔امابعد! انبیاء علیہم السلام (قیامت کے دن) کثرت تعداد پر فخر کریں گے، پس تم مجھے (اپنی بداعمالیوں کے سبب) رسوا نہ کر دینا، میں حوض کوثر پر (تمہارے انتظار میں) رہوں گا۔

۳۔خبردار! میں حوض کوثر پر تم سے پہلے پہنچوں گا اور دوسری امتوں پر تمہاری کثرت کے سبب فخر کروں گا، تو کہیں میری رسوائی کا

باعث نہ بن جانا۔

۴۔سنو! میں بعض کو (شفاعت کرکے) چھڑالوں گا، مگر بعض لوگ مجھ سے چھڑا لیے جائیں گے۔ پھر میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے اصحاب (امتی) ہیں؟ اللہ فرمائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں کرڈالی تھیں۔

دفعہ:۴۵۔خبردار! میرے بعد کہیں کافر نہ بن جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

دفعہ:۴۶۔اور ہاں سنو! ا۔تم اپنے رب سے ملو گے تو اللہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں (ضرور) باز پرس کریگا۔

۲۔پس جو (دنیا میں رہتے ہوئے ہمہ وقت) آخرت کو ہی اپنے پیش نظر رکھے گا تو اللہ اسے دل جمعی عطا کرے گا اور اسے اس کی آنکھوں کے سامنے (دنیا میں ہی) بے نیازی وتونگری عطا کرے گا اور دنیا اس کے (قدموں میں) سرنگو ہوکر خود آئے گی، لیکن جو دنیا کو ہی محبوب ومقصود قرار دے گا تو اللہ اس کے معاملات کو منتشر ومتفرق کردے گا اور وہ (آدمی دنیا میں ہی) اپنی آنکھوں کے سامنے افلاس وتنگ دستی دیکھ لے گا اور دنیا میں (سے تو) اسے اتنا حصہ ملے گا جتنا کہ اس کے لیے (مقدر میں) لکھا جاچکا ہے۔

دفعہ:۴۷۔دیکھو! اب تم نے مجھے (جی بھر کر) دیکھ بھی لیا ہے اور مجھ سے ان تمام باتوں کو سن بھی لیا ہے، تم سے عنقریب میرے بارے میں پوچھا جائے گا (تو سچ سچ بتانا) پس جس نے بھی مجھ پر جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے (گا)۔

دفعہ:۴۸۔دیکھو! ا۔جو یہاں موجود ہے وہ غیر حاضر تک (میری) یہ سب باتیں (ضرور) پہنچادے۔

۲۔شاید کہ بعض ایسے کہ جن تک (یہ باتیں) پہنچیں (گی) یہاں موجود بعض سننے والوں سے زیادہ سمجھ دار ثابت ہوں۔

۳۔سن لو! تم میں سے جو یہاں قریب ہیں (ان کے لیے لازم ہے کہ) اپنے دور والوں (بعد میں آنے والے لوگوں) تک یہ باتیں پہنچادیں۔

حصہ: ر (اختتامیہ)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! (دیکھ لے) میں نے (تیرا پیغام بھرپور طور پر) پہنچادیا ہے یا نہیں؟ (پھر لوگوں سے فرمایا) کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک اچھی طرح نہیں پہنچادیا؟ سنو! کیا میں نے حق تبلیغ ادا نہیں کردیا؟ دیکھو! کیا میں نے تعلیم وتلقین دین کی انتہا نہیں کردی؟ (تو سب حاضرین، سامعین، مجمع والے بیک آواز اقرار واعتراف کرنے لگے۔) بے شک! بے شک! (تب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا: اے اللہ گواہ رہنا! (تیرے بندے کیسا صاف اقرار کررہے ہیں)، اے اللہ گواہ رہنا (یہاں موجود لوگ کیا کہہ رہے ہیں)، اے اللہ گواہ رہنا! (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) اور تم لوگوں سے (آخرت، قیامت میں اللہ کی طرف سے) میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم لوگ کیا کہو گے؟

تو سب نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نے امانت الٰہی ہم تک پہنچادی اور حق رسالت ادا کردیا اور (امت کو) نصیحت کرنے کی انتہا فرمادی۔ (پس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور) پھر اسے لوگوں کی طرف جھکایا اور فرمایا: اے اللہ گواہ رہنا! اے اللہ گواہ رہنا! اے اللہ گواہ رہنا! والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

صحابہ کرام اور علماء امت

محمد سعید اللہ قاسمی مہراجگنجی
مدیر: ماہنامہ المناظر

یہ بات قطعی ہے کہ یہ دین امت کو صحابہ کرام ہی کے ذریعہ پہنچا ہے، ہمارے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صحابہ کی ذات ہی واسطہ ہے، اور جب وہی مجروح اور نا قابل اعتماد قرار پائیں گے، تو جو دین اور شریعت ان کے واسطے سے ہم تک پہنچی ہے، وہ کہاں قابل اعتماد رہ سکتی ہے؟ ان نفوس قدسیہ کو مطعون و متہم کرنا درحقیقت دین کی پوری عمارت کو متزلزل اور پوری شریعت کو باطل اور نا قابل اعتبار بنانے کی سعی نا روا ہے، دشمنان اسلام کا یہ وہ وار ہے جس کے ذریعے وہ مسلمانوں کو دین سے کاٹنا چاہتے ہیں، اور جو لوگ شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کا شکار ہو جاتے ہیں، ان کے دلوں میں ایمان و یقین کی بنیادیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ اسی لئے علماء امت اس باب میں اسقدر سخت ہیں کہ انہوں نے صاف صاف لکھدیا ہے کہ جو شخص صحابہ کرام کو مطعون کرے، ان پر سبّ وشتم اور ان کو برا بھلا کہے، تو وہ ملحد و زندیق اور اسلام کو خیر باد کہنے والا ہے۔ ہم علماء امت میں سے چند حضرات کے اقوال بطور نمونہ یہاں پیش کرتے ہیں، جس سے ایک عام قاری بھی کسی حد تک یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ سبّ صحابہ کتنا سنگین جرم ہے؟ شرح العقیدۃ الطحاویہ میں ہے: **وعلماء السلف من السابقين و من بعدهم من أهل التابعين أهل الخير والأثر و أهل الفقه والنظر، لا يذكرون إلا بالجميل، ومن ذكرهم بسوء فهو على غير سبيل** سابقین علماء امت (یعنی صحابہ کرام) اور ان کے بعد تابعین جو کتاب وسنت کے راوی ہیں، اور اہل فقہ وقیاس، ان کا ذکر ہمیشہ بھلائی سے کیا جائیگا، انکا تذکرہ جس نے برائی سے کیا، وہ مسلمانوں کی راہ پر نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے تھے: **لا تسبوّا أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم فلمقام أحدهم ساعة يعني مع النبيّ صلى الله عليه وسلم خير من عمل أحدكم أربعين سنة.** أيضاً/ص ۳۹۸

حضرت ابوزرعہ جو جلیل القدر محدث اور بڑی شان کے عالم تھے، وہ فرماتے ہیں: **إذا رأيت ألرجل ينتقص أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فاعلم أنه زنديق، وذلک أن الرسول حق، و القرآن حق، وماجاء به حق، وإنما روى إلينا ذلک كله الصحابة، وهؤلاء يريدون أن يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة، والجروح بهم أولى، وهم زنادقة.** الإصابۃ ج۱/ص۱۱

یعنی جب کسی کو دیکھو کہ وہ کسی بھی صحابیِ رسول کی منقصت بیان کر رہا ہے، تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے، اور یہ اس لئے کہ رسول حق ہے، قرآن حق ہے، اور جو قرآن تعلیم وشریعت لے کر آیا ہے، وہ حق ہے۔ اور ان سب کو ہم تک پہنچانے والے صحابہ

ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے شاہدوں کو مجروح کریں، تاکہ اسطرح وہ کتاب وسنت کو باطل کردیں۔ یہی لوگ مجروح قرار پانے کے قابل ہیں، یہ زندیق ہیں۔

شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں: واعلم أن سب الصحابة حرام من فواحش المحرمات،سواء من لابس الفتنة أو غيره،لأنهم مجتهدون فی تلک الحروب و متأوّلون، کما أوضحناه فی فضائل الصحابة من هذا الشرح، قال القاضی: وسبّ أحدهم من المعاصی الکبائر، و هذا مذهبنا و مذهب الجمهور أنه لا يعزر ولا يقتل،وقال بعض المالکية: يقتل. النووی ج۲/ص۳۱۰/

یعنی جانو کہ صحابہ کو برا بھلا کہنا بدترین محرمات میں سے ہے،خواہ یہ برا بھلا کہنا ان کو ہو جو فتنوں میں شریک رہے، یا ان کے علاوہ کو۔ اس لئے کہ ان حروب میں سب نے اجتہاد سے کام لیا تھا، اورسب تاویل کرنے والے تھے۔ جیسا کہ ہم نے فضائل صحابہ کے بیان میں اس کی وضاحت کی ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی کو برا بھلا کہنا یہ معصیت کبیرہ ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جمہور کا مذہب یہ ہیکہ اسے سزا دی جائیگی اور قتل نہیں کیا جائیگا۔ اور بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو قتل کیا جائے گا۔

ملا علی قاری شرح الشفاء میں لکھتے ہیں: وسبّ آل بيته و أزواجه وأصحابه عليه السلام و تنقيصهم حرام، ملعون فاعله. شرح الشفاء ج۲ص/۵۵۷ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل بیت کو، آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کے اصحاب کو برا بھلا کہنا حرام ہے، اور ایسا کرنے والا ملعون ہے۔

امام سرخسی فرماتے ہیں: فمن طعن فيهم فهو ملحد، منابذ للإسلام، دوائه السيف إن لم يتب.

اصول سرخسی ج/۲ص/۱۲۴

صحابہ کرام کے بارے میں طعن کرنے والا ملحد ہے، اسلام کا مدمقابل ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کا علاج تلوار ہے۔

حافظ ذہبی اپنی کتاب الکبائر میں رقم فرماتے ہیں: فمن طعن فيهم أو سبّهم، فقد خرج من الدين، و مرق من ملة المسلمين .لأن الطعن لا يكون إلا عن اعتقاد مساويهم، وإضمار الحقد فيهم، وإنكار ما ذكره الله تعالى فی کتابه عن ثنائه عليهم ، و ماالرسول صلى الله عليه وسلم عن ثنائه عليهم فضائلهم ومنا قبهم و حبهم .ولأنهم أرضى الوسائل من الماثور، و الوسائط من المنقول والطعن فی الوسائط طعن فی الأصل، ولأن الإزدراء بالناقل إزدراء بالمنقول. الکبائر ص/۲۳۸

یعنی صحابہ کو جس نے مطعون کیا، یا انہیں اس نے برا بھلا کہا، وہ دین اسلام سے نکل گیا، اور ملت اسلام سے الگ ہو گیا۔ اس لئے کہ یہ طعن کرنا اس وقت ہوگا جب وہ ان کی برائیوں کا اعتقاد رکھے اور اپنے دل میں ان سے کینہ رکھے، اور جو اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اور رسول نے اپنی احادیث میں ان کی مدح وثنا کی ہے، اور ان کے فضائل ومناقب اور اپنی محبت کو بیان کیا ہے اس کا

انکار کرے۔ نیز یہ کہ صحابہ کرام ماثور ومنقول (یعنی دین وشریعت اور کتاب وسنت) کے باب میں سب سے پسندیدہ واسطہ ہیں۔ اور وسائط میں طعن کرنے کا مطلب خود اصل میں طعن کرنا ہے، اور ناقل کی حیثیت کم کر کے خود منقول کی قیمت گھٹانا ہے۔

حضرت سعید بن زید فرماتے ہیں: والله لمشهد شهده رجل يغبر فيه وجهه مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، أفضل من أحدكم ولو عمره عمر نوح. خدا کی قسم وہ ایک غزوہ جس میں کسی آدمی نے شریک ہو کر اپنے چہرہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گرد آلود کیا، تم میں سے کسی کے بھی عمل سے بہتر ہے، اگر چہ اس کی عمر عمر نوح کے برابر ہو۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں: و من توقيره صلى الله عليه وسلم توقير أصحابه، وبرّهم، ومعرفة حقهم، والإقتداء بهم، وحسن الثناء عليهم، الإستغفار لهم، والإمساك عما شجر بينهم، ومعاداة من عاداهم، و الأضراب عن أخبار المؤرخين و جهلةالرواة. الأساليب البديعة ص۸

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر میں سے یہ ہے کہ آپ کے اصحاب کی توقیر کی جائے، ان کے ساتھ نیک سلوک ہو، ان کے حق کو جانا جائے، ان کی اقتداء کی جائے، ان کی مدح وثناء کی جائے، ان کے لئے استغفار کیا جائے، ان کے مابین جو اختلاف رہا ہے اس کے ذکر سے رکا جائے، ان کے دشمنوں سے دشمنی کی جائے، اور جاہل راویوں اور مؤرخین کی روایتوں سے صرف نظر کیا جائے۔ ابن حزم فرماتے ہیں: ثم نقطع على أن كل من صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم بنية صادقة ولو ساعة، فإنه من أهل الجنة لا يدخل النار پھر ہم قطعی طور پر مانتے ہیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے سچی نیت کے ساتھ مشرف ہوا، اگر چہ ایک ساعت ہی کے لئے کیوں نہیں، وہ جنتیوں میں سے ہے، جہنم میں نہیں جائے گا۔ نیز فرماتے ہیں: ولا سبيل إلى أن يلحق أقله درجة أحد من الأرض کوئی شکل نہیں کہ صحابہ کرام میں سے اقل درجہ والے کو بھی کوئی دوسرا فرد بشر پہنچ سکے۔

الغرض قرآن وحدیث کے واضح ارشادات اور علماء امت کے مذکورہ بالا اقوال سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام کی عظمت وشان بڑی بلند وبالا ہے۔ ان کو برا بھلا کہنا، ان کی عیب جوئی اور انکی تنقیص وتحقیر کرنا حرام و ناجائز اور غیر مشروع، اور اسلام وایمان کے تقاضہ کے بالکل خلاف ہے۔ دین اسلام سے وابستگی کا دعوی کرنے والے کسی بھی فرد کا یہ کام ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ ان مقدس شخصیات میں سے کسی بھی فرد کو طعن وتشنیع اور نقد وتنقید کا نشانہ بنائے۔ ان پر رکیک الزامات لگائے، ان کے خلاف بہتان تراشی کرے۔ بلا شبہ اسلام کے ان جانثاروں کو ہدف ملامت وہی بدبخت بنا سکتا ہے، جو عقل وفہم اور شرافت ودیانت سے مکمل عاری ہو، جس کے دل مین نفاق ہو، اور جس کا قلب نور ایمان سے خالی ہو، جسے اسلام کی عظمت وسربلندی اور دین محمدی کی ترقی اور ترویج واشاعت ایک آنکھ نہ بھاتی ہو۔ اللہ تعالی ایسے کج فہم اور شقی لوگوں کو ہدایت دے، اور اگر انکے حق میں ہدایت نہ ہو تو ہمیں ان کے سایہ بد سے محفوظ فرمائے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت سمجھنے اور ان کے پاکیزہ نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین　　　　(ختم شد)

مولانا گیلانیؒ کی بے نفسی

شیخ غلام محمد صاحب

مولانا عالم فاضل تو تھے ہی اور چوٹی کے علماء میں ان کا شمار تھا، وہ ایک اثر آفریں خطیب اور بے تکلف انشاء پرداز بھی تھے، اور اس حیثیت سے ان کے چند ہی ہم عصران کے مدمقابل سمجھے جاسکتے تھے۔ وہ بلا کے ذہین اور مجتہدانہ فکر ونظر کے مالک تھے۔ اور صف علماء میں دو چار سے زیادہ ان کی مثالیں شاید نہ مل سکیں۔ لیکن بے نفسی میں تو وہ فرد تھے۔ تواضع کے معنی ان کو دیکھ کر سمجھ میں آتے اور اعتراف کا درس ان کے عمل سے ملتا تھا۔ بڑوں کے ادب چھوٹوں کی عزت اور احباب کی دلداری میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ مولانا کے احباب میں مولوی بھی تھے اور مسٹر بھی، صوفی بھی تھے اور لیڈر بھی، نرم خو بھی تھے اور تنک مزاج بھی۔ مگر جس سے مولانا نے دوستی کی آخر دم تک اس میں فرق آنے نہ دیا اور ان کے احباب کو ماننا پڑے گا کہ اس کامیاب ربط کا سہرا مولانا ہی کے سر تھا، کیوں کہ وہ جڑ کر ٹوٹنا جانتے ہی نہ تھے، وہ بلاقصور کے معترف قصور بن جاتے تھے اور اپنی ساری رفعتوں کے باوجود بچھ جاتے تھے پھر کوئی ان سے بگڑ کر بھی بچھڑ کیسے جاتا!

مولانا نے دینی تعلیم تو مختلف درسگاہوں سے پائی لیکن اس کا حسن انجام دارالعلوم دیوبند کی ممتاز فیض گاہ میں ہوا، دیوبند کی تعلیم باوجود اپنی ساری خوبیوں کے اس اعتبار سے پھر بھی تشنہ ہے کہ زمانہ حاضر کے تقاضوں اور ضروریات کو پورا نہیں کرتی اور اسی لئے عملی دنیا میں یہاں کے فارغین کو دقتیں پیش آتی ہیں، اور وہ دوسرے اداروں سے استفادہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، مگر کتنے علماء ہیں جو اس بات کو زبان پر لانا اپنے کی توہین نہیں سمجھتے اور دوسری درسگاہوں سے استفادہ میں عار بھی محسوس نہیں کرتے؟ ہمارے مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حال ان سب سے الگ تھا، انھوں نے مولانا شبلی سے استفادہ کی ضرورت محسوس کی اور نہ صرف استفادہ کیا بلکہ برملا اس کا اظہار فرماتے رہے۔ شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ کی آبرو ان کی ذات سے قائم تھی مگر یہ بھی تو ایک حقیقت تھی کہ مولانا کے نظر کی وسعت اور فکر کی گہرائی میں خود جامعہ عثمانیہ کا کافی حصہ تھا اس کا اعتراف کوئی اور ہوتا تو شاید نہ کرتا لیکن مولانا کی ممنونیت ملاحظہ ہو، ۱۵ر فروری ۱۹۵۴ء کے ایک کرم نامہ میں بعض پچھلی باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

’’پھر اپنی محبوب تعلیم گاہ ہے جامعہ عثمانیہ جس میں میرے دماغ نے، دل نے آنکھیں کھولیں اسی کے ماحول میں میری پرورش ہوئی، اور آپ کی بھی‘‘۔

کیا کوئی عالم ایک انگریزی درسگاہ کے متعلق یہ الفاظ زبان پر لاسکتا ہے؟ اور آگے بڑھئے۔ مرحوم حیدرآباد کی تعمیر میں غیر حیدرآبادی مسلمانوں کا جو حصہ رہا اس سے کون صاحب نظر اپنی نگاہ کو بچا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حیدرآباد نے جس فیاضی

سے اہل کمال کو نوازا اس سے کسی حقیقت پسند کو آج بھی مجال انکار ہے؟ اس کے باوجود معاشی حقوق کے تحفظ کے سلسلہ میں یہاں ملکی اور غیر ملکی کا جو امتیاز پیدا ہو گیا تھا اس نے اپنے حدود سے تجاوز کر کے ہر ہر میدان میں ملکی اور غیر ملکی منافرت پیدا کر دی تھی اور اچھے اچھے دیندار بھی اس کی زد میں آ گئے تھے؛ لیکن چند نفوس بہر حال ایسے رہے جو اس کھینچ تان سے بچے ہوئے تھے۔ مولانا مناظر کی شخصیت ان سب میں ممتاز تھی۔ ان کو حیدرآباد سے غیر معمولی محبت تھی انھوں نے کبھی اس طرف تو نہ دیکھا کہ حیدرآباد کو ان سے فیض پہنچ گیا؛ مگر وہ آخر سانس تک حیدرآباد کی مالی اعانت اور اس کی قدر دانی کے مداح رہے۔ اسی مکتوب گرامی جس کا حوالہ اوپر آ چکا سابق حیدرآباد کی یاد پر کس قدر حسرت کے آنسو بہائے ہیں:

''حیدرآباد آہ حیدرآباد! اس سرزمین میں آپ بھی پلے پوسے گئے، لکھائے پڑھائے گئے اور یہ کور نصیب گو حیدرآباد میں پیدا تو نہیں ہوا تھا لیکن میرے جسم میں بھی سب کچھ حیدرآباد ہی کا ہے۔ اب بھی حیدرآباد میرے سدرمق کا ذریعہ ہے''۔

اس اعتراف عام سے زیادہ مشکل بات علماء کے لئے اپنی فکری لغزشوں پر رجوع اور اس کا علان ہے، سلف صالحین کے بعد اس وصف عالی سے کم ہی علماء ممتاز رہے اور لیڈرانہ روش کے مولوی تو اس ہنر کو سرے سے عیب ہی سمجھتے ہیں۔ ہمارے حضرت گیلانی میں یہ وصف بھی بدرجۂ اتم موجود تھا کوئی ٹوک دے، کہیں کوئی وجہ رجوع مل جائے فوراً شرمسارانہ پیرایہ میں اس رجوع کا اعلان فرما دیتے تھے۔ قارئین صدق کو یاد ہوگا کہ مولانا نے ایک سلسلہ مضمون موت الاخیار و موت الاشرار کے نام سے آغاز فرمایا تھا اور اس کا مقصود بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ مسلمانوں کو اشرار کے انجام کا حال دکھا کر شر سے ڈرایا جائے اور اخیار کے حسن خاتمہ کا حال سنا کر خیر کا شوق دلایا جائے۔ اس مضمون کی پہلی قسط نکلی جس پر فاضل گرامی مدیر صدق کے قلم سے ایک نوٹ ''موت الاشرار'' والے جزء پر تھا کہ یہ تذکرہ محل نظر ہے۔ بس اس ایک نوٹ پر مولانا کو ایسا تنبہ ہوا کہ آئندہ شمارے میں بجائے مضمون کی دوسری قسط کے ایک لمبا چوڑا رجوع نامہ شائع ہوا۔ جس کا لفظ لفظ خشیت الٰہی اور عبدیت کا آئینہ تھا۔ مولانا کی جگہ کوئی اور مولانا نہ معلوم اپنی بات نباہنے کے لئے کتنی دلیلیں لاتا اور بحث کہاں سے کہاں پہنچ جاتی۔ پھر یہ بھی نہی کہ مولانا میں ایسی ذہانت و استدلالیت نہ تھی؛ لیکن جتنا تیز ان کا ذہن تھا اس سے کہیں زیادہ حساس اور پر خشیت ان کا قلب تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے ساتھیوں ہی کے اشارہ پر نہیں بلکہ چھوٹے سے چھوٹے کی بات پر بھی وہ جب ضرورت محسوس کرتے فرماتے تو بلا تامل اور بلا تاویل رجوع فرما لیتے تھے۔ یہ محض ان کی بے نفسی ہی کا نتیجہ تھا۔ باقی آئندہ

صفحہ ۱۰ کا بقیہ اور اسماعیل علیہ السلام ''**وفدیناہ بذبح عظیم**'' کا پروانہ بشارت پا کر زندہ و جاوید ہو گئے۔

آج کی قربانیاں یادگار ہیں اس،، ذبح عظیم،، کی۔ زمانہ قبل اسلام کو چھوڑ دیئے، خود ادھر ساڑھے تیرہ سو برس کے اندر جتنی قربانیاں ہندوستان اور افغانستان، ترکی و ایران، مصر و عرب اور ساری دنیائے اسلام کے اندر ہو چکی ہیں ان کا حساب و شمار ہو کہ حساب لگانے والے اور شمار کرنے والے کے بس کی بات ہے؟ اللہ خود جسے ''بڑی'' قربانی کہہ کر پکارے، کون اس کی بڑائی کی تھاہ پا سکے، کون اس کی وسعت و عظمت کی پیمائش کر پائے؟

اسلام نے رحمت کے اسباق پڑھائے ہیں!

مولانا محمد عبداللہ قاسمی اعظمی
معاون ایڈیٹر: مجلّہ پاسباں

حق و باطل کی معرکہ آرائی تو روز اول ہی سے جاری ہے لیکن ایسا وقت کبھی نہیں آیا کہ ذہنی وفکری انقلاب کے وقت اسلام پس منظر میں چلا گیا ہو اور حق وصداقت کا سورج تہ بتہ کالی گھٹاؤں میں اس طرح روپوش ہو گیا ہو کہ اسے دیکھنے کو آنکھیں ترس جائیں، اور نگاہوں میں ناامیدی کے گہرے سائے لہرانے لگیں اور عقل بھی اسے تسلیم نہیں کرتی کہ وہ مذہب جس سے ادب وسلیقہ، وقار شائستگی، ترتیب وتنظیم، شیریں کلامی، تواضع وانکساری، ایثار وقربانی، خیر خواہی ونرم خوئی، فرض شناسی وخدا ترسی، استقلال وجرات اقدام کے شیریں چشمے پھوٹے ہوں وہ کسی سازش کا شکار ہو جائے، یہ ناممکن ہے۔

کیونکہ یہ اسلام کے وہ پاکیزہ اور روشن خدوخال ہیں جسے اپنانے کے بعد انسان کی زندگی میں غیر معمولی کشش اور اتھاہ جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے، اپنے تو اپنے غیر بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ جو انسانیت نواز تہذیب زندگی کو نکھارنے سنوارنے اور وقار شائستگی سے معمور دستور حیات پر مشتمل ہو وہ یقیناً ہوا اور روشنی کی طرح سب کی میراث ہے، یہی وجہ ہے کہ جو بھی اسلام کی پر بہار وادی میں آیا اس کی خوش گوار فضاؤں اور روح افزا سبزہ زاروں کے حسن دلربائی کا اسیر ہوئے بغیر نہیں رہ پایا، اسلام سے قبل انسانوں کی سیاسی سماجی اور معاشرتی حالت سخت اضطراب وانتشار اور انتہائی زوال وانحطاط کا شکار تھی، انسان مالک اور غلام، حاکم اور محکوم کے دو طبقوں میں منقسم تھا اہل اقتدار اور صاحب ثروت اپنے ماتحتوں کو لذتوں شہوتوں، ظلم وستم، اور عیش رانی کے لئے استعمال کرتے تھے تھے۔ مظلوموں بے کسوں پر ہر طرف سے ظلم وستم کی طوفانی بارش ہو رہی تھی، گویا ذلت و رسوائی اور ظلم وچیرہ دستی ان کا مقدر بن چکی تھی۔

الغرض اللہ تعالی نے ان اتھاہ تاریکیوں میں ہاتھ پیر مارنے والوں کی حیات نو کے لیے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آفاقی اور منظّم نظام ہائے قانون دے کر مبعوث فرمایا۔ آپ کے مقصد بعثت کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا **ھو الذی بعث فی الامیین الخ** (الجمعۃ) اس نے امیوں میں ایک رسول بھیجا جو انھیں اسکی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور انھیں (کفر وشرک کی آلائشوں سے) پاک کرتے ہیں، اور انھیں قرآن وسنت کی تعلیم دیتے ہیں بے شک وہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

لہذا آپ نے اس سنگین حالات میں انسانیت کی بکھری ہوئی اخلاقیات کو سنوارا، ان کی خداداد صلاحیتوں کو عروج بخشا

اورانھیں بلندترین اقداروکردار کا مالک بنایا۔ چنانچہ آپ نے خود فرمایا بعثت لاتمم مکارم الأخلاق (مؤطا کتاب حسن الخلق) مجھے مبعوث کیا گیا ہے تاکہ میں اخلاق کی خوبیوں کو کمال تک پہنچادوں۔

پھراس نئے معاشرے کے عناصر ایسے بلند بالا تعلیمات کے ذریعے مکمل ہوئے جس نے پوری پامردی کے ساتھ زمانے کے سرخ طوفانوں کا مقابلہ کر کے انکے رخ کو پھیر دیا اور تاریخ کا دھارا بدل دیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسلام کے اس درخشاں مطلع سے بے شمار علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب اور نجوم وکواکب جلوہ نما ہوئے، جنھوں نے اپنی روشن شعاؤں اور فرحت بخش کرنوں سے نہ صرف حجاز بلکہ پوری دنیا کے ان خطوں اور علاقوں کو روشن اور منور کر دیا جو جہالت وضلالت کی دبیز تاریکیوں میں گم سپیدہ سحر کے انتظار میں تھک کر آس وامید کے سرمائے سے محروم ہو چکے تھے۔

لہذا اس شفاف روشنی سے زیغ وضلال میں لت پت امن عالم کے دشمنوں کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں اور انھوں نے اسلام کے مقدس احکامات کو دنیا کے امن وامان اور مساوات کے حوالے سے خطرہ بتاتے ہوئے حدف تنقید بنانا شروع کر دیا۔ یہ درحقیقت تاریخی صداقت اور ناقابل تردید ابدی حقیقت کو جھٹلا کر انسانیت کے خلاف اپنے سیاہ کارناموں اور تاریخی مظالم کے سفا کانہ جرائم سے توجہ ہٹا کر اس پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش ہے۔

اور یہی کچھ آج ملک ہندوستان میں ہو رہا ہے اسلام کے روشن چہرے کو دھندلا کرنے کی تگ ودو ہی نہیں بلکہ شروع ہی سے اسلام کے قلب وجگر اور اس کے اعصاب پر حملے ہوئے ہیں یقیناً اگر اسلام میں ذرہ برابر ہلکا پن ہوتا تو اب تک یہ ان کی ریشہ دوانیوں کی تاب نہ لاکر اپنی ہستی کو گم کر چکا ہوتا لیکن سچ پر کوئی آنچ نہیں آتی اور سچائی یہی ہے کہ اسلام نے ہمیشہ اپنے حریفوں کو شکست دی ہے اور اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ آج تک قائم ودائم ہے اور رہے گا انشاء اللہ۔

آئندہ شمارے میں انشاء اللہ دور حاضر کے فتنوں کا سامنا کیسے کیا جائے اس پر مکمل اور مدلل روشنی ڈالی جائے گی آپ حضرات دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی آسان فرمادے۔

☆-----☆-----☆

ص/۸ کا بقیہ۔ وہیں مزدلفہ کی ٹھنڈی ریت پر جبین نیاز خم کر کے دل کو تسکین ملتی ہے، جمرات کی رمی حکم باری کے تئیں اپنی استقامت کی داستان بیان کرتی ہے تو دسویں ذی الحجہ کی قربانی قدسی صفات باپ بیٹے کی صبر وشکر سے لبریز ذبح عظیم کی یاد تازہ کر دیتی ہے، اور جب باری دیار رسالت میں حاضری کی آتی ہے تو طائر شوق نذرانہ صلواۃ وسلام پہنچانے کے لیے اڑ پڑتا ہے، محبت وعقیدت کے گلہائے رنگارنگ دعاؤں کی صورت مہک اٹھتے ہیں، صدیوں پہلے آہ سحر گاہی میں ہمیں یاد رکھنے والے کے روضہ پر حاضری چشمہائے انسانی کو آب نمکیں کا ذائقہ چکھا دیتی ہے لیکن ہر ملاقات کو وداع اور ہر وصال کو فراق لاحق ہے، چنانچہ اشکبار آنکھوں سے دوبارہ حاضری کی امید لئے ہوئے گناہوں سے پاک ہو کر ایسے واپس آتے ہیں جیسے ان کی ماؤں نے انہیں آج ہی جنا ہو۔

پیشین گوئیوں کی کہانی

محمد فہیم قاسمی گورکھ پوری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے شطرنج کی جو بساط بچھائی گئی تھی، ایک مٹھی مٹی نے ان بساط بچھانے والوں کی بصارت چھین لی تھی، جسے وہ قتل کرنا چاہتے تھے، وہ حکم الٰہی سے مدینہ پہنچ چکا تھا، جہاں کے لوگوں نے دل کی کشادگی کے ساتھ اس کا استقبال کیا تھا، اور اسی کو اپنا راہ بر بنا کر اس کے لائے ہوئے احکام الٰہی پر ایسے استحکام اور استقلال کے ساتھ جمے رہے کہ کوئی پریشانی ان کے عزم وارادہ کو متزلزل نہ کرسکی۔

جن پر ایک مٹھی مٹی اپنا اثر دکھا چکی تھی یہ وہی عرب تھے، جن کا ایک حاکم مشہور مجوسی حکمراں نوشیرواں کے پوتے سے صرف اس لئے برسرپیکار ہوا تھا کہ اس نے عرب میں رشتہ مناکحت کا خواب دیکھ لیا تھا۔ وہ غیرت مند عرب اپنے معبودلات وہبل کی تکذیب کو کیسے بھول سکتے تھے؟ جو اپنی جنگ برسوں لڑنے کے عادی تھے وہ چند میل کے فاصلے پر اپنے معبودوں کی تذلیل کرنے والے کو چین وسکون سے کیسے دیکھ سکتے تھے؟۔

پھر کفر واسلام، توحید وشرک اور نور وظلمت کی برتری کا وہ خونی معرکہ پیش آیا جس میں سرداران مکہ حواس باختہ ہوگئے، جس فخر وغرور کے ساتھ وہ مکہ سے چلے تھے وہ میدان بدر میں خاک میں مل گیا، جس مکہ میں چند دن پہلے شادیانہ کا ساسماں تھا چیخ وپکار، آہ وبکا سے گونجنے لگا اور کیوں نہ گونجتا (بقول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہ آج مکہ نے اپنے تمام جگر گوشوں کو تمہارے سامنے پھینک دیا ہے) اس کے جگر گوشے خاک وخون میں بےحس وحرکت جو پڑے تھے۔

حضرت انسؓ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں جس شب کی صبح کو میدان کارزار گرم ہونے والا تھا اس شب ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدان کارزار کی طرف لے گئے تاکہ اہل مکہ کی قتل گاہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک سے اشارہ فرماتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے هذا مصرع فلان غدا ان شاء الله (یہ فلاں کی قتل گاہ ہے صبح کو ان شاء اللہ) اور مقام قتل پر ہاتھ رکھ کر نام بنام اسی طرح صحابہ کرام سے بتلاتے رہے۔ قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا، کسی نے بھی اس جگہ سے سرمو تجاوز نہ کیا جہاں آپ نے اپنے دست مبارک سے ان کے قتل کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

یہ حدیث دو پیشین گوئیوں کو شامل ہے۔ ایک یہ کہ جن کفار کے قتل کی آپ نے نام بنام پیشین گوئی کی تھی وہ سب اس جنگ میں قتل ہوئے، دوسری پیشین گوئی یہ کہ آپ نے جس مقام پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ یہ فلاں کی قتل گاہ ہے ان کی نعش انگلی کے پوروں کے برابر بھی اس مقام سے تجاوز نہ ہوئی۔ جاری۔۔۔

محبتوں کے نادر نمونے

محمد فہیم قاسمی گورکھ پوری

بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں ....! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی بلند و پرکشش شخصیت سے کون مسلمان ناواقف ہے؟ کون اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ جب بھی خیالات کی پتنگیں ہوا کے دوش پر دراقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئی ہوں اور وہاں رفیق غار کو نہ پایا ہو۔ جب بھی کسی بزم یا انجمن میں ذکر خیر الانام ہوا ہو اور صدیق اکبرؓ کی یاد نہ آئی ہو۔ جب ہم تاریخ کے صفحات الٹتے ہیں تو ظلم و ستم سے پر مکہ کی گلیاں ہوں یا ہجرت کے سفر میں غار کی پناہ، بدر و احد کا میدان ہو یا مدینہ میں عسر و یسر کی زندگی، بیماری میں امامت ہو یا انتقال کے بعد مسلمانوں اور حضرت عمرؓ کا رام کرنا، مرتدین سے قتال ہو یا خواب گاہ میں خود بھی آرام کرنا، ہر جگہ اسی عظیم ہستی سے ملاقات ہوتی ہے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰنؓ صلح حدیبیہ کے موقع پر ایمان لائے، مدینہ میں والد مکرم کے ساتھ ہی رہائش اختیار کرلی اور ان کے کاروبار کو فروغ دینے لگے، یزید کی ولیعہدی پر بیعت سے مخالفت کرکے مکہ واپس آگئے اور یہیں عزلت و تنہائی کی زندگی بسر کرنے لگے، اور پھر ایک رات سوئے تو حشر میں اٹھنے کے ارادے سے سوگئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اہل خانہ کے ساتھ گھر میں موجود ہیں، حضرت عبدالرحمٰنؓ بھی تشریف فرما ہیں، ایام ماضی کے تذکرے سے مجلس روشن ہے، مذاق و مزاح سے بھی لطف اندوز ہو رہے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں والد محترم! بدر کے دن آپ میرے نشانے پر کئی مرتبہ آئے، کئی بار میرے ہدف کے سامنے آئے؛ لیکن میں نے یہ سوچ کر چھوڑ دیا کہ آپ نے میری پرورش کی ہے اور بچپن میں میری ضرورتوں کا خیال رکھا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سننے کے ساتھ ہی، خود کو میدان بدر میں موجود پاتے ہیں اور اس دن نور ایمانی سے معمور روشن دل کو ٹٹولتے ہوئے فرماتے ہیں **لو اھدفت لی ما ضفت عنک** اگر تو میرا ہدف بنتا اور میرے نشانے پر آتا تو میں ہرگز تجھے قتل کرنے سے اعراض نہ کرتا۔ (نوادر الاصول)

قلندرانہ ادائیں سکندرانہ جلال ....! حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اولین ایمان لانے والوں میں اور دامن اسلام کو وسیع کرنے والوں میں سے ہیں۔ آپ کے ایمان لانے سے پیشتر صرف سات لوگوں کے قلوب

ایمان کی ضیاء پاشیوں سے منور ہوئے تھے۔آپ کے ایمان لانے کی خبر جب والدہ محترمہ کو ہوئی تو انھیں سخت تکلیف ہوئی اور بیٹے کے بے دین (بقول والدہ محترمہ) ہونے کی وجہ سے شدید فکر میں مبتلا ہوگئیں؛لیکن جسے لذت ایمان نے اپنی چاشنی اور مٹھاس سے آشنا کردیا ہوا سے کب والدہ کی فکر وتکلیف راہ فرار پر آمادہ کرسکتی ہے۔والدہ کی محبت میں کچھ دل گرفتہ بھی ہوئے مگر قرآن نے اپنی اس آیت وان جاھدک لتشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما کے ذریعہ انھیں اس فکر سے بھی بے نیاز کردیا۔ جنگ احد سے اپنی وفات تک اکثر جنگوں میں اپنی بہادری، جرات وجوانمردی اور وفا شعاری کے جوہر پیش کرنے والے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت کرنے والے، دنیا ہی میں جنت کا پروانہ حاصل کرنے والے عظیم صحابی ہیں۔

جنگ احد میں مسلمان حیران وپریشان ہیں،اور کفر کا سارا زور شمع نبوی کو گل کرنے پر صرف ہورہا ہے۔عتبہ ابن ابی وقاص نے ایک پتھر کھینچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارا جس سے آپ کے نیچے کے دندان مبارک شہید ہوگئے اور نیچے کا لب بھی زخمی ہوگیا۔سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جس قدر اپنے بھائی عتبہ کے قتل کا میں حریص اور خواہش مند رہا اتنا کبھی کسی کے قتل کا حریص اور خواہش مند نہ رہا۔سیرۃ المصطفی

انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد ......! حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اولین ایمان لانے ،حبشہ اور مدینہ کی ہجرت فرمانے والے، جنت کا پروانہ دنیا میں حاصل کرنے والے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے اپنے دانتوں کو شہید کرانے والے معزز صحابی ہیں۔یہی صحابی ہیں جن کو بزبان نبوت امین الامت کا خطاب ملا ہے۔اہل نجران جب امیر کی طلب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عظیم المرتبت صحابی کو امیر منتخب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس امت کا امین تمہارے سپرد کررہا ہوں۔فوج کے قائد ہیں اور سربراہ ہیں لیکن تواضع ،نرمی اور فقر میں ثریّا سے بلند مقام پر فائز ہیں،حضرت عمرؓ جب شام آئے ،تو آپ کے گھر بھی تشریف لے گئے ،صرف تلوار اور ڈھال کو دیکھ کر فرمانے لگے،میرے بھائی کاش تم بھی کچھ رکھ لیتے ،اس کے جواب میں فرماتے ہیں، یہی بہت سی آسائشوں تک پہنچا دے گا۔خدا کے خوف وخشیت کا یہ عالم ہے کہ فرماتے ہیں کاش میں مینڈھا ہوتا ، میرے گھر کے لوگ مجھے ذبح کرتے اور میرا گوشت کھاتے اور میرا شوربہ بنا کر پی لیتے۔غزوہ ذات السلاسل میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جو تاریخ میں سنہرے حروف سے درج ہیں۔

معرکہ بدر میں آپ کے والد کفار کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف شریک جنگ ہیں،اور حضرت ابوعبیدہؓ کی خواہش ہے کاش میرا باپ اس جنگ میں شریک نہ ہوتا۔لیکن باپ ہے کہ انھیں کے قتل کے درپہ ہے اور آپ اس سے نظر

بچاتے ہوئے لشکر کے یمین و یسار کا چکر لگا رہے ہیں، اگر سامنا ہوا چاہتا ہے تو اس سے نظرانداز کرتے ہوئے دوسری صفوں میں اپنی تلوار کے جوہر دکھانے لگتے ہیں، لیکن کب تک کفر کے داعی سے روگردانی کی جاتی، کب تک اسے نظر انداز کیا جاتا، جب حق کے مقابلہ میں باطل مٹنے ہی کی چیز ہے، تو حق کب تک اس سے اعراض کرتا، حق کا پہلو غالب آیا اور تلوار کی ایک وار نے حق و باطل کا فیصلہ کر کے قصہ تمام کر دیا۔

کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام ......! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اپنے نفس پر، گھر والوں اور خاندان والوں پر آپ کو ترجیح دینے کی عجیب وغریب مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور فرمایا ''دیکھتے ہو تمہارے والد کیا کہتے ہیں''؟ وہ بولے یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان وہ کیا کہتے ہیں، آپ نے فرمایا'' کہتے ہیں کہ اگر مدینہ واپسی ہوئی تو جو معزز ہوگا وہ ذلیل کو نکال دے گا'' وہ بولے'' خدا کی قسم یارسول اللہ! انھوں نے سچ کہا، بخدا آپ معزز ہیں اور وہ ذلیل ہیں، یارسول اللہ آپ مدینہ تشریف لائیے، اور اہل یثرب کو علم ہے کہ وہاں مجھ سے بڑھ کر اپنے باپ کا کوئی فرماں بردار نہیں، اگر اللہ ورسول کی مرضی یہ ہے کہ میں اس کا سر لے آؤں تو میں حاضر ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں''!

جب لوگ مدینہ پہنچے تو عبداللہ ابن ابی مدینہ کے دروازے پر تلوار لے کر اپنے باپ کے انتظار میں کھڑے ہو گئے جب ان کے والد آئے تو بولے:

''تم ہی کہتے تھے، اگر مدینہ واپسی ہوئی تو جو معزز ہوگا وہ ذلیل کو نکال دے گا؟ تم کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ معزز کون ہے؟ خدا کی قسم! تم مدینہ میں اللہ اور اس کے رسول کے اجازت کے بغیر نہیں رہ سکتے''

اس نے کہا اے خزرج کے لوگو! دیکھو میرا لڑکا مجھے میرے گھر سے روکتا ہے، اے خزرج کے لوگو! دیکھو میرا لڑکا مجھے میرے گھر سے روکتا ہے۔ وہ بولے خدا کی قسم! یہ مدینہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اجازت کے بغیر نہیں رہ سکتا'' لوگ اکٹھا ہو گئے اور ان کو سمجھایا، انھوں نے کہا ''یہ مدینہ میں اللہ اور اس کے رسول کی اجازت کے بغیر نہیں رہ سکتا''۔

لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ کو خبر دی، آپ نے فرمایا'' جاؤ اور عبداللہ سے کہہ دو کہ آنے دو'' لوگ واپس آئے، انھوں نے کہا'' ہاں! اب جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت آ گئی ہے، وہ مدینہ میں داخل ہو سکتا ہے۔

(انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص/۱۲۵)

جاری-----

تنقید وادب

لندن میں ایک محفل مشاعرہ

مولانا عبداللہ عباس ندویؒ

لندن میں شعراء کی ایک بزم بی بی سی لندن نے منعقد کی، جس کی صدارت حضرت مولانا عبداللہ عباس ندویؒ نے فرمائی، اس موقع پر حضرت مولانا نے درج ذیل صدارتی خطاب فرمایا۔

خواتین وحضرات!

آپ نے کرسی صدارت دے کر جو عزت افزائی کی ہے اس کے لئے شکرگزار ہوں اور اپنی کم مائیگی کا احساس کرتا ہوں، خطبہ صدارت یا صدارت نامہ کی اس رواجی تمہید کے بعد اس مجلس ادب یا مشاعرہ کا افتتاح کرتا ہوں، زیادہ دیر نہیں چند لمحوں کے اندر شعرائے کرام آپ کے سامنے آنا شروع ہو جائیں گے۔ یہ اپنی واردات دل سنائیں گے اور ان کے دیدۂ ودل پر جو کچھ گزری ہے اس کو نئے انداز میں آپ کے سامنے دہرائیں گے۔ آپ بھی چند ساعت کے لئے رنج غریب الوطنی بھول کر واہ واہ اور سبحان اللہ سے مجلس کی رونق بڑھائیں گے، خوش طبع احباب ایک دو فقرے بھی چست کریں گے اور رات گئے جب آپ اپنے گھروں کی طرف لوٹیں گے تو راستے میں آپ کے تبصرے ہوں گے، کسی کے ترنم پر کسی کے شعر پر اور تعجب نہیں ایک آدھ شعر یا مصرعہ دہراتے بھی جائیں۔ مشاعروں میں یہی ہوتا آیا ہے اور یہاں بھی یہی ہوگا۔

لیکن کیا اچھا ہوتا اگر آپ کی شاعری کی نگاہ شاعری کی روح اور اس کے راز پر بھی پڑ جاتی، آپ کو غلط فہمی نہ ہو، میں اپنی بات کو طول دینے کے لئے شاعری کے مقاصد اس کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر کی وضاحت نہیں کرنا چاہتا، اور نہ شاعری سے بلند کام لینے کی دعوت دہرانا چاہتا ہوں، حالی کے مقدمہ شعروشاعری سے لے کر کلیم الدین احمد کے تنقیدی مضامین تک اور روایتی غزل کے ہوا خواہوں سے لے کر سرخ ادب یا تقلیدی ادب تک، (جس کے حامی اپنے لئے ترقی پسند کا لقب پسند کرتے ہیں) ہماری زبان نے جتنی کروٹیں بدلی ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں، میں جس چیز کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ اور ہی کچھ ہے، شعر کی آفاقی وسعتوں اور اس کی قوت وسحر کاری سے پوری واقفیت کے باوجود شعر مجھے چند بول نظر آتے ہیں، جنھیں ردیف قافیہ کی پابندی نے مٹی سے سونا بنا دیا ہے، الفاظ بے جان تھے اس میں جان ڈال دی گئی، جملے کی ذرا ساخت تبدیل کر دی اور اس کو ایک قاعدہ وقانون کا پابند کر دیا، ان میں قوت آ گئی، ہماری آپ کی یہی باتیں روزمرہ کی باتیں، آئے دن کی باتیں جب شعر کے قالب میں ڈھل گئیں تو پتہ کی باتیں بن گئیں، شراب کے متعلق آپ نے یہ مشہور شعر بارہا سنا ہوگا۔

انگور میں تھا کیا، پانی کی چند بوندیں ☆ پر جب سے کھچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے

یہی حال الفاظ کا ہے، جب یہ الفاظ اس دائرے کے اندر آ گئے جسے صاحب ذوق اور قدرتی سلیقہ رکھنے والے فنکاروں نے عروض کے نام کھینچا ہے تو تلوار بن گئے، تیرونشتر بن گئے، انھیں سن کر آپ جھومنے لگے۔ وزن سے اگر ایک حرف بھی گرایا یا چڑھا تو آپ کا منہ بن گیا، غیر تو غیر اپنے مداح بھی شرم محسوس کرنے لگے اور شعر کی قوت اس طرح ختم ہوئی جیسے بجلی کے تاروں سے برقی لہر نکل جانے کے بعد ان قمقموں کا حال ہو جس کی روشنی ہمارے شعرائے کرام کو کسی کے لب ورخسار کی یاد دلاتی ہے۔

یہ بات صرف شعر ہی کے ساتھ مخصوص نہیں آپ کائنات کی جس شئے پر بھی نظر ڈالیں، یہی ایک قانون کارفرما نظر آئے گا کہ حسن پابندی کا رہین منت ہے، جہاں پابندی رخصت ہوئی قوت گرمی اور حسن سب رخصت، آگ جب تک آتشدان کے اندر ہے اس کا منظر بھی جاذب نظر ہے اور اس کا کام بھی خوشگوار ہے لیکن اگر اپنے حدود کو توڑ کر نکل جائے تو آتشزدگی کہلائے اور خانہ بربادی کا سبب بنے، پانی جب تک دریا کے دو کناروں تک محدود ہے حسن فطرت کا آئینہ دار ہے اور کرۂ ارضی کی زینت و بقا کا باعث بھی لیکن اگر اپنے حدود توڑ کر پھسل جائے تو سیلاب کہلائے اور ہلاکت کا باعث ثابت ہو۔

ذرا اور نزدیک آیئے، مشاعرہ کی فضا سے ہم باہر کیوں جائیں، گل وبلبل کی تشبیہیں جو آپ سنتے آئے ہیں اور اب بھی سنیں گے، اسی لئے تو آپ کو پسند ہیں کہ بلبل کے نغموں میں پابندئ آہنگ اور گلاب کی پتیوں میں پابندئ تناسب ہے، کیا اگر کسی کے زلف ورخ میں تناسب کی پابندی نہ ہوتی تو یہ شعراء ان پر مرجانے کا ذکر اس طرح بے محابا کر سکتے تھے؟

دوستو! بات ہنسنے کی نہیں، رونے کی ہے، آج ہماری ملّی زندگی سے حسن رخصت ہو چکا ہے ہماری انفرادی زندگیاں اپنی نکھار، اپنی قوت اور اپنی جاذبیت کھو چکی ہیں، کیوں کہ ہماری فطرت کا تقاضہ تھا کہ ہم بھی کائنات کی ہر شئے کی طرح کسی دائرے کے پابند رہیں، جس طرح یہ ایک حقیقت ہے کہ خلا محال ہے اسی طرح یہ بھی قانون فطرت ہے کہ بغیر پابندی کے حسن وقوت کا وجود محال ہے، جس طرح شاعری ردیف وقافیہ سے نکلنے کے بعد اپنا شعری حسن کھودیتی ہے اور وہ شاعری کہے جانے کی مستحق نہیں رہتی اسی طرح ہماری زندگی اس دائرے سے نکلنے یا آزاد ہو جانے کے بعد اپنی قوت اور گرمی سے محروم ہوگئی، جس دائرے کو خالق فطرت کے حکم سے نبی برحق نے ہمارے لئے کھینچا تھا اور جس کو عربی زبان میں ''شریعت'' کہتے ہیں۔

دوستو! میں نے ایک سیدھی سادی بات کہی ہے، اس پر منہ نہ بنایئے کہ کیا وعظ ہو رہا ہے اور نہ اس کی داد دیجئے کہ کوئی نکتہ آفرینی کی گئی ہے، میرا مقصد نہ وعظ خوانی ہے نہ شاعری، بلکہ آپ جو ہماری زبان کے ذہین طبقہ (INTELLIGENTSIA) نمائندگی کرتے ہیں) سے توقع رکھتا ہوں کہ آپ کی نگاہ مزید وسعتوں کی طالب ہوگی، سخن فہمی کے ساتھ روح سے بھی آشنائی حاصل کرنا آپ کا حق ہے رہا میں اب آپ کے اور سخن سنج حضرات کے درمیان حائل ہونا نہیں چاہتا۔

حاصل مطالعہ

جو چبھے دل میں وہی تنکے لئے

محمد فہیم قاسمی گورکھپوری

ایک صدی قبل کی ایک پاکیزہ محفل مشاعرہ

ایک مختصر سی لیکن صاف ستھری محفل مشاعرہ لکھنؤ میں آج سے تقریبا ایک صدی قبل آراستہ ہے،طرح کی زمین ہے۔ ''ازل سے''''کل سے'' ایک شاعر کے سامنے جب شمع آئی تو مطلع ارشاد ہوا۔

الجھا نہ مرے آج کا دامن کبھی کل سے
مانگی نہ مدد دل نے مرے طول امل سے

اور داد کی آوازیں ہر طرف سے آنے لگیں،کلام میں بانکپن تھا ہی اس غضب کا۔اور اس شعر پر تو محفل لوٹ لوٹ گئی۔

ان کی نگہ مست ہے لبریز معانی
ملتی ہوئی تاثیر میں حافظ کی غزل سے

نگاہ یار کی مستی بہتوں نے باندھی ہے اور شراب سے اسے تشبیہ بارہا دی جا چکی ہے،حافظ کی غزل تک اس کا رتبہ پہونچا دینا یہ اسی شاعر کی جدت طبع کا کرشمہ ہے اور عجب کیا؟ جو خود خواجہ حافظ کی روح بھی یہ اچھوتی داد سن کر وجد میں آ گئی ہو اور جب اس شعر کی نوبت آئی۔

حکم آیا خموشی کا تو بس حشر تلک چپ
ہیبت تری پیغام کی ظاہر ہے اجل سے

اور معاً بعد اس شعر کی

درجہ متحیر کا ہے بیخود سے فروتر
ہے روح کو امید ترقی کی اجل سے

تو جو اہل ذوق تھے ان آنکھوں میں کچھ بوندیں جھلک آئیں۔اور اہل معرفت کی زبان پر بے ساختہ مرحبا اور سبحان اللہ کے نعرے جاری ہو گئے۔لیکن شاعر نے جب اسی غزل کے ایک شعر کا یہ مصرع پڑھا کہ　ع

قرآن ہے شاہد کہ خدا حسن سے خوش ہے

تو سامعین میں ایک بڑے گہرے مذہبی شخص، خان بہادر منشی اطہر علی کاکوروی مرحوم موجود تھے، ان کے تیور پر کچھ بل سے پڑنے لگے کہ لیجئے مذہب سے بھی شوخی ہونے لگی احساس شاعر معاً بھانپ گیا، اور جھٹ سے پہلے مصرع کو مکرر پڑھا، پورا شعر یوں سنایا:

قرآن ہے شاہد کہ خدا حسن سے خوش ہے
کس حسن سے، یہ بھی تو سنو حسن عمل سے

شعر کا زبان سے ادا ہونا تھا کہ داد و تحسین کی بارش ہر طرف سے ہونے لگی، اور خان بہادر نے تو بے اختیار اٹھ کر شاعر کو گلے لگا لیا، ان شاعر صاحب کو آپ نے پہچانا۔؟ یہی تھے سید اکبر حسین اکبر۔

انشائے ماجدی

دیا گیا تھا مکرر جہاں جہاں کا پتہ

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اپنی کتاب ''دجالی فتنہ کے نمایاں خد وخال'' میں اپنے سفر حج کا ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں، پڑھئے اور لطف اٹھایئے۔

خاکسار بچپن سے صفا اور مروہ کا ذکر سنتا چلا آتا تھا، پھر خدا ہی جانتا ہے کہ کتنی کتابوں میں مجھے پڑھایا گیا کہ حج کے دوسرے افعال کے ساتھ ساتھ صفا اور مروہ پہاڑیوں کی درمیانی وادی میں حاجیوں کو دوڑنا پڑتا ہے، خیال یہی تھا کہ دو پہاڑیوں کے بیچ میں کوئی میدان ہوگا جس میں حجاج دوڑتے ہیں؛ لیکن جب خود حج کی سعادت حاصل ہوئی اور مطوف صاحب کعبہ کا طواف کرنے کے بعد صفا اور مروہ کی طرف مجھے لے چلے، تو حرم کی مسجد سے نکلنے کے ساتھ ہی ہم حرم کے دروازے کے متصل بازار میں پہنچے، جو اوپر سے مسقّف تھا اور دورُویہ ہر طرح کی چیزوں کی دکانوں سے بازار پٹا ہوا تھا، پیڑومیکس لیمپ دکانوں پر جگمگا رہے تھے، دوسری چیزوں کے ساتھ کھانے پینے کی دکانوں کا بھی سلسلہ تھا جس میں بیٹھ کر لوگ کھا پی رہے تھے، حرم کی اسی بازار میں پہنچ کر مطوف صاحب چلنے لگے جیسے بازار میں کوئی ٹہل رہا ہوں مجھے غصہ آ گیا اور مطوف سے کہنے لگا کہ بھائی یہ بازار کی سیر کا وقت ہے؟ مجھے تم صفا و مروا کی طرف لے چلو، تب مطوف ہنسا اور بولا کہ آپ ہیں کہاں؟ میں نے کہا کیا یہی صفا و مروا کے درمیان کی وادی ہے؟ بولے پھر اور کیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون برسوں کا پروردہ تصور تہ و بالا ہو گیا۔

شاد مرحوم کا شعر عموماً اسی موقع پر یاد آ جاتا ہے۔

تیری گلی میں جو پہنچے تو سب غلط پایا ☆ دیا گیا تھا مکرر جہاں جہاں کا پتہ

ص/۲۶۵

کرم فرما کا خط

حضرت مولانا عابد صاحب اعظمی قاسمی، ضلع اعظم گڈھ کی مشہور علمی درسگاہ ''جامعہ شیخ الہند'' انجان شہید اعظم گڈھ کے موقر استاذ ہیں، حضرت مولانا اپنے والد محترم (مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمیؒ) کے علم وعمل ،تقوی طہارت کے امین ہیں، حضرت مولانا نے ماہنامہ المناظر پر تاثرات اور تجویزیں پیش فرمائی ہیں۔ جسے بعینہ شائع کیا جارہا ہے۔　　معاون مدیر

باسمہ تعالی

محترم جناب مولانا محمد فہیم صاحب قاسی مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ بعافیت ہوں گے۔ آپ کی مہربانی سے ہر ماہ باقاعدگی سے ماہنامہ ''المناظر'' کے مطالعہ کا موقع مل جاتا ہے اور آئندہ شمارہ کے لئے آتش شوق بڑھا جاتا ہے، یہ رسالہ اپنے مشمولات کے حوالے سے اسلامی صحافت اور دینی و علمی رسائل ومجلّات کی روایت کا ایک نمائندہ ترجمان ہے، اس کے مطالعہ کے بعد یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ رسائل ومجلّات کی بھیڑ میں یہ محض ایک اضافہ ہی نہیں ہے؛ بلکہ معیاری رسائل وجرائد کی تاریخ کے تسلسل کی ایک معتبر کڑی ہے جو عمدہ اور مفید لیٹریچر کی ترسیل اور صحت مند اسلامی صحافت کی ترویج پر یقین رکھتا ہے۔

علم وادب کی معتبر شخصیات کی تحریروں کے ساتھ نئے فضلاء اور قلم کاروں کے علمی مضامین ومقالات کی شمولیت اس رسالے کے وقار ومعیار کو اعتبار بخشتا ہے، خوشی اس بات کی ہے کہ معاصر اردو رسالوں کی روایات کے برعکس اس میں نئے لکھنے والے فضلائے مدارس کو اپنی تحریری صلاحیتوں کو پروان چڑھانے اور قلم وقرطاس سے اپنا رشتہ استوار کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے، عزیزی مفتی محمد طالب قاسمی کے مضامین ''مدین مارکیٹ'' اور ''نظریہ آخرت'' بہترین علمی کاوش ہیں، آپ کے سلسلہ وار مضامین ''محبتوں کے نادر نمونے'' اور ''پیشین گوئیوں کی کہانی'' اپنے مواد اور زبان وبیان کے لحاظ سے عمدہ، معلوماتی اور کیف آور ہیں، ہر شمارے کا اداریہ بھی سماجی، ملکی حالات کی مکمل عکاسی کرتا ہے، سلطان القلم حضرت گیلانی اور مجاہد ملت حضرت سیوہاروی اور دیگر اکابرین علم وادب کی تحریروں کا انتخاب بھی آپ کے پاکیزہ علمی وادبی ذوق کو آشکار کرتا ہے۔

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کی یاد میں شائع ہونے والے اس رسالے میں اگر مولانا کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے والے مضامین بھی شائع کئے جائیں تو انشاء اللہ ان کے لئے ایک بہترین خراج عقیدت

ہوگا، ساتھ ہی مولانا کی روشن خدمات اور کارناموں سے نئی نسل روشناس ہوگی تو ان میں بھی اپنے اکابر کی طرح تحقیق و تخلیق کی سنگلاخ زمین پر تیشہ زنی کر کے جوئے شیر نکالنے کا حوصلہ پیدا ہوگا۔

آخر میں عرض کرتا چلوں کہ آج کا دور ترسیل وابلاغ کی فراوانی اور طباعت واشاعت کی ارزانی کا دور ہے، ہر شخص کے ہاتھ میں قلم ہے یا ہاتھ کی انگلیاں کمپیوٹر کے کیبورڈ پر ہیں، ہر کچی پکی بات کاغذ کے صفحات یا کمپیوٹر اور موبائل کی اسکرین پر آنے کو بے تاب رہتی ہے۔ ایسے وقت میں ہماری کیا ذمہ داری ہے؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ والد معظم حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا ایک اقتباس نقل کردوں۔

آج کل قلم کی بہتات ہے، ذہن وفکر، علم وعمل، دین ودیانت خواہ کچھ ہو اور کیسی ہو، قلم ہاتھ میں آجاتا ہے، تو ہر شخص کو اپنے ذہنی وساوس اور خیالات پریشاں کو پیش کرنے کا شوق ہوتا ہے، اسی کی وجہ سے صحیح علم معدوم ہوتا جاتا ہے، اب قلم کے راستے سے جہل پھیل رہا ہے، بہت سی کتابیں، بہت سے رسالے صحیح علوم کے حامل بھی شائع ہورہے ہیں، لیکن غلط باتوں کا راستہ روکنے کے لئے کافی نہیں، ضرورت ہے کہ اس طرح کی کتابیں اور اس طرح کے رسالے کثرت سے شائع کئے جائیں اور انھیں بہت سے ہاتھوں میں پہنچایا جائے، بہت سی نگاہوں سے گذارا جائے، شاید کسی دل میں بات اتر جائے۔ باطل پوری قوت سے اور ناز سے اتراتا ہوا چل رہا ہے، حق کی طاقت کے سامنے باطل کو ٹھہرنے کی تاب نہیں ہے، لیکن اہل حق کی کمزوری اور ان کی قلت سے باطل کو بڑھنے کا حوصلہ مل رہا ہے، اندھیرا گھٹاٹوپ ہے اور چراغ اس میں کم جل رہے ہیں، اس لئے وہ بھی کجلا جاتے ہیں، (حدیث درددل ص ۱۷۳)

دعا ہے کہ اللہ تعالی اس رسالے کو حق کا نقیب، باطل کا حریف اور اصلاح امت کا ذریعہ بنائے اور اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرمائے۔ آمین

خیر اندیش

محمد عابد اعظمی

۲/ ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ